

حسن یوسف دم علیی ید بیضی داری آنچه خوباں ہمہ دارند تو تہا داری

صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین

یہ کتاب پچھلے تمام جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے مخصوص کلمات کا ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیک دم جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔ اسکا مطالعہ آپ پر واضح کر دے گا کہ آدم کی توبہ، نوح کی استجابت، نارا براہیم کی گلزاری، گریہ یعقوب، صبر ایوب موسیٰ کا ید بیضی اور عیسیٰ کا احیاء موتی کن انداز سے ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر و جہلہ گہ ہوا۔

تصنیف لطیف

حضرت الانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مقسم العلوم دہلوی

ادارۃ اسلامیات، ۱۹۰۰، انارکلی، لاہور

(جملہ حقوق محفوظ)

اشاعتِ اول عکسی :	_____	جنوری ۱۹۶۶ء
باہتمام :	_____	اشرف برادرز
ناشر :	_____	ادارۃ اسلامیات لاہور
طباعت :	_____	وفاق پریس لاہور
کتابت :	_____	محمد اشرف انجم
ہدیہ :	_____	تین روپے صرف



ملنے کے لیے

- * _____ ادارۃ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی، لاہور _____
- * _____ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی-۱ _____
- * _____ مکتبہ دارالعلوم، دارالعلوم کراچی _____
- * _____ ادارۃ المعارف، کراچی- ۱۴ _____

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خاتم النبیین

ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله
وخاتم النبیین

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد
سرورِ دو عالم فخرِ نبی آدم آقائے دو جہاں نبی عالمین امام النبیین شفیع المذنبین
رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
و لذو اہل و ذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اور ختم کے
معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اس لیے
خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوتے اور کسی چیز
کے انتہا تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجاتے کہ
اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔ اس
لیے ختم نبوت کے معنی یہ ہوتے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی
آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا کہ جس

تک وہ آئے اور اس کے لیے حرکت کر کے آگے بڑھے۔ اس لیے
 ”خاتم النبیین“ کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت پر
 تمام مراتب پورے ہو گئے اور نبوت اپنے علمی و اخلاقی کمالات کے ایک
 ایسے انتہائی مقام پر آگئی کہ بشریت کے دائرہ میں نہ علمی کمال کا کوئی درجہ
 باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لیے نبوت خاتم سے
 کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع
 رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی یا اس کا نور حال
 زائل ہو گیا بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ
 وسلم کی ذات پر تمام کمالات نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہو گئے جو اس
 تک نہ ہوتے تھے اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔
 اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی، نہ یہ کہ نبوت
 دنیا سے منقطع ہو گئی اور چھپ لی گئی، معاذ اللہ۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکلا
 ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوتی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوتی اور
 کار جس حد پر آ کر رکی اور ختم ہوتی اس کے اول سے لے کر آخر تک جب
 قدر بھی کمالات نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آتے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی
 ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آ کر جمع ہو گئے جو خاتم سے پہلے
 اس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوتے تھے ورنہ جہاں بھی
 اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہو جاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک پہنچتی۔

خاتم النبیین کا جامع علوم نبوت جامع اخلاق نبوت جامع احوال نبوت اور جامع
 جمیع شقون نبوت ہونا ضروری ٹھہرا جو غیر خاتم کے لیے نہیں ہو سکتا تھا ورنہ
 دینی خاتم بن جاتا۔

اور ظاہر ہے کہ جب ان ہی کمالات علم و عمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے
 جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارہ پر پہنچ
 گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لیے خدا کا کوئی اور نبی آئے
 تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت اور دین بھی اگر خاتم پر ختم معنی مکمل ہو
 گیا اور شریعت و دین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچانے
 اور مکمل کرنے کے لیے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ اس لیے خاتم النبیین
 کے لیے خاتم الشرائع خاتم الادیان اور خاتم الکتاب یا بالفاظ دیگر کامل الشریعت
 کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا۔ ورنہ ختم نبوت کے
 کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لیے ناسخ بن
 سکتا ہے نہ کہ برعکس۔ اس لیے شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل
 تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو فسخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے اور ظاہر ہے
 کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور فسخ اس سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لیے اس شریعت
 کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری
 تھا۔ اس لیے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے
 کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو۔ کیونکہ آخری عدالت
 جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو فسخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے۔

پھر ساتھ ہی جب کہ خاتم النبیین کے معنی ملتہمائے کمالات نبوت کے ہوتے
 کہ آپ ہی پھر ہر حال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی پر ختم
 ہوتا ہے اسی سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کا ملتہتا ہوتا ہے وہی اس کا
 مبدا بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی مکمل ہوتا ہے وہی اس کے
 حق میں فاتح اور سرخشمہ بھی ہوتا ہے ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس
 پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو قدرتنا اسی کو سرخشمہ انوار بھی ماننا پڑے گا
 کہ نور کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی سے ہوا ہے اور جہاں بھی نور اور روشنی کی کوئی
 جھلک ہے وہ اسی کی ہے اور اسی کے فیض سے ہے اس لیے روشنی کے
 حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے واٹر ورکس
 کو ہم خاتم المیاء (پانیوں کی آخری حد) کہیں جس پر شہر کے بارے نلوں اور ٹنکیوں
 کے پانی کی انتہا ہو جاتی ہے تو اسی کو ان پانیوں کا سرخشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ
 پانی چلا بھی نہیں سے ہے جو نلوں اور ٹنکیوں میں پانی آیا اور جس براسکاگ کو بھی
 پانی ملا وہ اسی کے فیض سے ملا جیسے ہم حضرت آدم علیہ السلام کو خاتم الالباب
 کہیں کہ باپ ہونے کا وصف ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد کوئی اور
 باپ نہیں سکتا بلکہ سب باپوں کے باپ ہونے کی آخری حد سلسلہ وار پہنچ کر
 حضرت آدم علیہ السلام پر ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر وہی فاتح الالباب بھی ثابت
 ہوتے ہیں کہ باپ ہونے کی ابتدا بھی ان ہی سے ہو۔ اگر وہ باپ نہ بنتے تو کسی
 کو بھی باپ بنانا نہ آتا۔ یا جیسے ہم حق تعالیٰ شانہ کو خاتم الوجود جانتے ہیں کہ ہر
 موجود کے وجود کی انتہا اسی پر ہوتی ہے تو اصول مذکورہ کی رو سے وہی ذات

واجب الوجود ان وجودوں کا سرچشمہ اور مبدا بھی ثابت ہوتی ہے کہ جسے بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ اسی ذات اقدس کا فیض اور طفیل ہے۔ پس وجود کے حقیقی میں ذات خداوندی ہی اول و آخر اور مبدا و منتہا ثابت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا۔ اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالات نبوت آپ پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ہی کمالات علم و عمل کے منتہا ہوتے تو اصول مذکورہ کی رو سے آپ ہی کو ان کمالات بشری کا مبدا۔ اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالات نبوت کا کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطے اور فیض سے ملا ہے۔ پس جیسے آدم کی ابوت اول بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوتی تھی۔ ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی تھی۔ بقیہ سب بالوں کی ابوت ان کے واسطے اور فیض سے تھی۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اول بھی ہوئی اور لوٹ کر پھر آخری بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی ہے کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ کے واسطے اور فیض سے ہیں۔ پس جیسے فلاسفہ کے یہاں ہر نوع کا ایک لے النوع مانا گیا ہے جو اس نوع کے لیے نقطہ فیض ہوتا ہے۔ ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطہ فیض اور جو ہر فرد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات باریکات ہے۔ اس لیے آپ کی نبوت اصلی ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بواسطہ خاتم النبیین ہے۔ پس ہر کمال نبوت خواہ علمی ہو یا عملی —

اخلاقی ہو یا اجتماعی حال کا ہو یا مقام کا، وہ اولاً آپ میں ہو گا اور آپ کے واسطہ سے دوسروں کو پہنچے گا۔ اس لئے اصول مذکور کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوتے تو آپ ہی فاتح نبوت بھی ہوتے۔ اگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوتی تو آپ ہی سے یقیناً چلی بھی اور شروع بھی ہوتی، اسلئے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں، آخر بھی ہیں اور اول بھی ہیں۔ مبداء بھی ہیں اور منتہا بھی ہیں چنانچہ جہاں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ :-

انی عبد اللہ وخاتم النبیین
(البیہقی والحاکم عن عریاض بن ساریہ)

اور جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہو گئی۔

کَافَانَا سَدَّدَتْ مَوْضِعَ اللَّبَنَةِ
وُخْتُمَ بِجِ الْبِیِّنَاتِ وَ
خُتِمَ بِجِ الرِّسْلِ
(کنز العمال :)

پس میں نے ہی (قصر نبوت کی آخری) اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیتے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔

وہیں آپ نے اپنے کو قصر نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتایا۔

کُنْتُ بَنِيًّا وَالْمَدَامُ بَيْنَ
میں اس وقت بھی بنی تھا جب

الروح والجسد کہ آدم ابھی روح و بدن ہی درمیان ہی میں تھے۔

یعنی ان میں ابھی روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں نبی بنا دیا گیا تھا۔ جس سے واضح ہے کہ آپ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے۔ اول بھی تھے اور آخر بھی۔ چنانچہ ایک روایت میں اس فاتحیت اور خاتمت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا (جو حدیث قتادہ کا ایک کڑہ ہے) کہ :-

جعلنی فاتحاً وخاتماً اور مجھے اللہ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی۔
خصائص کبریٰ ص ۱۹۴

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لیے اول و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیث ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ :-

هذا ابنك اجد هو الاول والآخر (کنز العمال)
یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اول بھی ہے اور آخر بھی ہے۔

پھر حدیث ابنی ہریرہ میں اس اولیت و آخریت جیسی تضاد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی کہ :-

كنت اول النبین فی الخلق و آخرهم فی البعث (الترجم فی الدلائل)
میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے۔

اس لیے حقیقی طور پر آپ کی امتیازی شان محض نبوت نہیں بلکہ
 ”ختم نبوت“ ثابت ہوتی ہے جس سے آپ کے لیے یہ فاتح و خاتم اور اول و آخر
 ہونا ثابت ہوا اور آپ سارے طبقہ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوتے
 اور ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اور
 اسی لیے سارے انبیاء علیہم السلام سارے ہی کمالات بشری کے جامع
 ہوتے ہیں تو قدرتی طور پر ”خاتم نبوت“ کے لیے صرف جامع کمالات ہونا
 کافی نہیں بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے یعنی آپ کا ہر کمال انتہائی
 کمال کا نقطہ ہونا چاہیے۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہو سکتے
 اندریں صورت جہاں یہ ماننا پڑے گا کہ جو کمال بھی کسی نبی میں تھا۔ وہ بلاشبہ
 آپ میں بھی تھا وہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے
 تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا اور امتیاز و تفصیل کی انتہائی شان لیے
 ہوتے تھا اور یہ کہ وہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے
 واسطے سے تھا۔ پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور
 خاتم کمالات ہی نہیں فاتح کمالات اور سرچشمہ کمالات
 اور فاتح کمالات ہی نہیں بلکہ منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں
 بلکہ اصلی کمالات اور افضل کمالات ثابت ہوتے کہ آپ میں کمال ہی
 نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے جس کے فیض سے اگلے اور
 پچھلے کمال بنے۔

عقلی طور پر اس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر عنایت ازلی سب سے

یہ ہے اور بلا واسطہ متوجہ ہوتی۔ وہ جس درجہ کا اثر اس سے قبول کر لگیا
یقیناً ثانوی درجہ میں اور بالواسطہ فیض پانے والے اس درجہ کا اثر
نہیں لے سکتے۔ پس اول مخلوق یعنی اول ماخلق اللہ نوری کا مصداق،
نور الہی کا جو نقشِ کامل اپنی استعدادِ کامل سے قبول کر سکتا ہے۔ پس
کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جا
سکتی چنانچہ آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت
روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیاء سابقین کو الگ
الگ دیتے گئے وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے
انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کئے گئے اور جو آپ میں مخصوص
کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو بہنا داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے جو نشانِ خامیت کی ہزاروں امتیازی
خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرت خاتم الانبیاء کے
بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیاں ہیں۔ اس
حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکے گا کہ اولین و آخرین میں سے جس باکمال کو
جو کمال دیا گیا اس کمال کا انتہائی نقطہ حضور کو عطا فرمایا گیا، اپنی ہر جہتی
حیثیت سے ممتاز و فائق اور افضل تر ہے مثلاً۔

(۱) اگر اور انبیاء بنی ہیں تو آپ خاتم النبیین ہیں۔ "ماکان محمد اباحد

من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (اتقرآن حکیم)
اور حدیث سلمان کا حصہ ذیل کہ آن کنت اصطیفت ادم فقد ختمت
بک الانبیاء وما خلقت خلقا اکر منک علی خاص کبریٰ ص ۱۹۳

(۲) اگر اور انبیاء کی نبوتیں مزج اقوام و مل ہیں تو آپ کی نبوت اس کی
ساتھ ساتھ مزج انبیاء و رسل بھی ہے۔ و اذاخذ اللہ میثاق النبیین
لما آیتکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما
معکم لتؤمنن بہ و لتقررنہ (اتقرآن حکیم)

۱۔ نہیں تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن
وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین تھے۔

عہ اور ارشاد حدیث کہ جبریل نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ
آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ اگر میں نے آدم کو صغی اللہ کا خطاب دیا ہے
تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے
اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

۲۔ اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا۔
کتاب ہو یا حکمت، پھر آؤے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاؤے تمہاری
پاس والی کتاب کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے یہ مدد بلا
واسطہ ہوگی اگر کوئی رسول دورہ محمدی کو پا جائیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام آپ ہی
کی نبوت کے دورہ میں آسمان سے اترینگے اور اتباع محمدی کرینگے یا بواسطہ امم
واقوام ہوگی اگر خود رسول دورہ محمدی نہ پائیں جیسے تمام انبیاء سابقین جو دورہ
محمد سے پہلے گزر گئے اور آپ کا دورہ شریعت انہوں نے نہیں پایا۔

(۳) اگر اور انبیاء عابد ہیں تو آپ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔ اللہ دخلت
بیت المقدس فجمع لی الانبیاء فقد منی جبریل حتی اقصاهم (نہائی عنہم)

(۴) اگر اور انبیاء اپنے ظہور کے وقت نبی ہوتے تو آپ اپنے وجود ہی
کے وقت سے نبی تھے جو تخلیق آدم کی تکمیل سے بھی قبل کا زمانہ ہے۔ کنت

بنیاء و آدم بین الروح والجسد مسند احمد

(۵) اگر اور لوں کی نبوت حادث تھی جو حضور کی نبوت عالم خلق میں قدیم تھی۔

قال ابوہریرۃ متی وجبت لك النبوة؟ قال بین خلق

آدم ونفخ الروح فیہ مستدرک حاکم و ہیثمی و ابن عسیم

(۶) اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ

ساتھ سب تخلیق کائنات بھی ہیں۔ فلولاً محمد ما خلقت آدم

ولا الجنة ولا النار مستدرک

شب معراج کے واقعہ کا منکر ہے کہ پھر میں داخل ہوا۔ بیت المقدس
میں اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا۔ تو مجھے جبرائیل نے آگے بڑھایا
یہاں تک میں نے تمام انبیاء کی امامت کی۔

۷ میں نبی تھا اور آدم ابھی تک روح اور بدن کے درمیان ہی تھے
(یعنی ان کی تخلیق ابھی مکمل نہ ہوتی تھی)۔

۸ ابوہریرہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت
ہوتی؟ آپ نے فرمایا۔ آدم کی پیدائش اور ان میں روح آنے کے درمیان میں۔
۹۔ اگر محمد نہ ہوں یعنی میں انہیں پیدا نہ کروں تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت نہ نار کو

- (۷) اگر عہد الست میں اور انبیاء مع تمام اولاد کے بلی کے ساتھ مقرر تھے تو حضور اول المقربین تھے جنہوں نے سب سے پہلے بلی کہا اور بلی کہنے کی سب کو راہ دکھلائی۔ کائن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اول من قال بلی ولذلك صار يتقدم الانبياء وهو آخر من بعث (خاصہ)
- (۸) اگر روز قیامت اور انبیاء قبروں سے مبعوث ہونگے تو آپ اول المبعوثین ہوں گے۔ انا اول من تنشق عنه الارض (مسند ابن عباس)
- (۹) اگر اور انبیاء ابھی عرصات قیامت ہی میں ہونگے تو آپ کو سب سے پہلے پکار بھی لیا جائے گا۔ کہ مقام محمود پر پہنچ کر اللہ کی منتخب حمد و ثنا کریں۔ فیکون اول من يدعى محمد صلی اللہ علیہ وسلم
- فذلك قولہ تعالیٰ عسی ان یبعثک ربک مقام محمود (مسند برز و بہیقی عن خذیفہ)
- (۱۰) اگر اور انبیاء کو روز قیامت ہنوز سجدہ کی حرات نہ ہوگی تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے

۱۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عہد الست کے وقت بلی فرمایا۔ اسی لیے آپ تمام انبیاء پر مقدم ہو گئے درحالیکہ آپ رب کے آئینوں بھیجے گئے ہیں۔ ۲۔ میں سب سے پہلا ہوں گا کہ زمین اس کے لیے شق ہوگی یعنی قبر سے سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ ۳۔ پس جنہیں (میدان محشر میں) سب سے پہلے پکارا جائے گا۔ (کہ مقام محمود پر آجائیں اور حمد و ثنا کریں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے یہی معنی ہیں اللہ کے اس قول کے کہ قریب ہے بھیجے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔

گی۔ انا اول من یوذن له بالسجود یوماً قلیماً (مسند احمد عن ابی الدرداء)
 (۱۱) اگر اور انبیاء اجازت عامہ کے بعد ہنوز سجدہ ہی میں ہوں گے تو
 آپ کو سب سے اول سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دے دی جائیگی
 انا اول من یرفع رأسه فانظر الی بین یدئ (مسند احمد عن ابی الدرداء)
 وفی مسلم :-

فیقال یا محمد ارفع رأسک سل تعط واشفع تشفع
 (۱۲) اگر اور انبیاء روز قیامت شافع اور شفیع ہوں گے تو آپ اول
 شافع اور اول مشفع ہوں گے۔ انا اول شافع و اول مشفع (ابو نعیم فی اسعیہ عن جابر)
 (۱۳) اگر اور انبیاء کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی قوموں کی شفاعت دی
 جائے گی تو حضور کو شفاعت کبریٰ یعنی تمام اقوام دنیا کی شفاعت دی
 جائے گی۔ اذہبوا الی محمد فیاتون فیقولون یا محمد انت رسول
 اللہ وخاتم النبیین غفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر

۱؎ میں سب سے پہلا ہوں گا۔ جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت دی جائیگی
 ۲؎ میں سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور اپنے سامنے نظر کروں
 گا۔ (جب کہ سب کی نگاہیں نیچی ہوں گی) کہا جائے گا محمد! سر اٹھاؤ جو مانگو
 گے دیا جائے گا (جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائیگی)۔
 ۳؎ میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہوں گا (جس کی شفاعت قبول کی جائیگی)

فاشفع لنا الحسب من بك الحديث (مسند احمد عن ابی ہریرہ)
 (۱۴) اگر تمام انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست لھا لست لھا میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر پیچھے ہٹ جائیں گے تو حضور کے دعوے کے ساتھ انا لھا انا لھا (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعت عامہ کا مقام سنبھال لیں گے (مصنف ابن ابی شیبہ عن سلمان)۔

شفاعت کے سلسلہ میں اس حدیث طویل میں ہے کہ جب اولین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلب شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ وار شفاعت سے عذر سنتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے اور طالب شفاعت ہونگے تو فرمائیں گے کہ) جاؤ محمد! اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آدم کی ساری اولاد آپ کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے محمد! آپ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالت محمدی اور ختم نبوت کا اقرار کرنا پڑیگا) آپ کی اگلی اور پچھلی نغزشیں شہید ہی معاف کر دی گئی ہیں (یعنی آپ کے لیے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں نغزش کا بوجھ ہے میں شفاعت نہیں کر سکتا کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے) اس لیے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں تو آپ اسے بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمائیں گے اور شفاعت کبریٰ کریں گے۔
 ۱۵ اس روایت کی بھی وہی تفصیل ہے جس ۱۳ میں گزری۔

(۱۳) اگر اور انبیاء بھی میدانِ حشر میں ہوں گے تو آپ سے پہلے ہونگے
جو پل صراط کو عبور بھی کر جائیں گے یضرب جسر جہنم فاکون
اول من یجیز (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)

(۱۵) اگر اور انبیاء اور اولین و آخرین ہنوز پیش دروازہ جنت ہی
ہوں گے تو آپ سے پہلے ہوں گے جو دروازہ جنت کھکھٹائیں گے
انا اول من یقرع باب الجنۃ (ابو نعیم عن ابو ہریرہ)

(۱۶) اگر اور انبیاء اور اقوام انبیاء ہنوز داخلہ جنت کی اجازت ہی کے
مرحلہ پر ہوں گے تو آپ کے لیے سب سے پہلے دروازہ جنت کھول بھی
دیا جائے گا۔ انا اول من تفتح لہ ابواب الجنۃ (ابو نعیم و ابن عساکر عن حذیفہ)
(۱۷) اگر اور انبیاء باب جنت کھلنے پر ابھی داخلہ کے آرزو مند ہی ہوں گے
تو آپ سے اول جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ وانا اول من یدخل
الجنۃ یوم القیمہ ولا فخر (بیہقی و ابو نعیم عن انس)

(۱۸) اگر اور انبیاء کو علوم خاصہ عطا ہوئے تو آپ کو علم اولین و آخرین
دیا گیا۔ اوتیت علما الاولین و الاخرین (خصائص کبری ص ۸۷)

۱۴ جہنم پر پل تان دیا جاتے گا تو سب سے پہلے اسے عبور کرنے والا میں ہوں گا۔

۱۵ میں سب سے پہلے دروازہ جنت کھکھٹاؤں گا۔

۱۶ میرے لئے سب سے پہلے دروازہ جنت کھولا جائے گا۔

۱۷ روز قیامت میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ مگر فخر سے نہیں کہتا۔

۱۸ مجھے علم اولین و آخرین دیا گیا ہے جو الگ الگ انبیاء کو دیا گیا تھا جیسے آدم
کو علم اسماء۔ یوسف کو علم تعبیر خواب۔ سلیمان کو علم منطق الطیر۔ خضر کو علم لدنی۔ عیسیٰ کو حکمت غیر

(۱۹) اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا جس کے معنی معاملات میں حدود سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطا جس کے معنی عفو و مسامحہ کے ہیں تو آپ کو خلق عظیم دیا گیا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے۔ **وَاِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٍ (اسقران حکیم ۱۹)**

(۲۰) اگر اور انبیاء متبوع امم اقوام تھے تو حضور متبوع انبیاء و رسل تھے **لَوْ كَانَ مَوْسٰی حَيًّا مَا وَسَعٰهُ الْاِتِّبَاعُ (مشکوٰۃ ۲۰)**

(۲۱) اگر اور انبیاء کو قابل نسخ کتابیں ملیں تو آپ کو ناسخ کتاب عطا

۱۹ خلق حسن یہ ہے کہ ظلم کرنے والے سے اپنا حق پورا پورا لیا جلتے بھڑوانہ جلتے مگر عدل و انصاف جس میں کوئی تعدی اور زیادتی نہ ہو۔ یہ مساوات ہے اور خلاف رحمت نہیں خلق کریم یہ ہے کہ ظالم کے ظلم سے درگزر کر کے اپنا حق معاف کر دیا جائے یہ کریم نفس ہے اور فی الجملہ رحمت بھی ہے کہ اگر دیا نہیں تو لیا بھی نہیں اور خلق عظیم یہ ہے کہ ظالم سے نہ صرف اپنے حق کی ادائیگی معاف کر دی جلتے بلکہ اوپر سے اس کے ساتھ سلوک و احسان بھی کیا جاتے جب کہ وہ حق تلفی کر رہا ہو۔ اس خلق کی روح غلبہ رحمت و شفقت اور کمال ایشا رہے اسی کو فرمایا کہ اے بنی! آپ خلق عظیم پر ہیں۔

۲۲ اگر موسیٰ آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا۔

ہوتی۔ اِنَّ عَمْرًا قَالِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبَسَغَ مِنَ التَّوْرَۃِ
فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ہٰذِہٖ شَرْغَۃٌ مِنَ التَّوْرَۃِ فَسَکَتْ فَبَجَلَ یَقْرَءُ وَوَجْہُہٗ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبْغِیْرُ فَقَالَ اَبُو بَکْرٍ شَکَلْتُکَ الشَّوْا کُلَّ
مَا تَرٰی مَا بُوْجِبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَظَرَعَ عَمْرًا اِلٰی
وَجْہِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ
اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبِّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِحَمْدِ نَبِیِّا
فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بَیْدِہٖ
لَوْ بَدَا لَکُمْ مَوْسٰی فَاَتَبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَفَضَلْتُ عَنْ سِوَا السَّبِیْلِ
وَلَوْ کَانَ حَیًّا وَاَدْرَکَ نَبُوْنِیْ لَا تَبْعَنِیْ (دارمی عن جابر)

حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ حضور کے پاس لے آئے اور عرض کیا کہ یہ تورات
ہے آپ خاموش رہے تو انہوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا چہرہ مبارک
غصہ سے متغیر ہونا شروع ہو گیا تو صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے
گم کر دیں گم کرنے والیاں کیا چہرہ نبویؐ کا اثر بہتیں نظر نہیں آ رہا ہے؟ تب حضرت عمرؓ
نے چہرہ آندس کو دیکھا اور دہل گئے، فوراً زبان پر جاری ہو گیا، میں پناہ مانگتا
ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے ہم راضی ہوتے
اللہ سے بلحاظ رب ہونے کے اور راضی ہوتے اسلام سے بلحاظ دین ہونے کے
اور راضی ہوتے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلحاظ نبی ہونے کے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر
باقی صفحہ پر

(۲۲) اگر در انبیاء کو دین عطا کیا گیا تو آپ کو کمال دین دیا گیا جس میں نہ
 کسی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی **اليوم اكملت لکم دینکم** (امقرآن حکیم)
 (۲۳) اگر اور انبیاء کو ہنگامی دین دیتے گئے تو حضور کو دوامی دین عطا کیا گیا
اليوم اكملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت
لکم الاسلام دینا (امقرآن حکیم)

(۲۴) اگر اور انبیاء کو دین عطا ہوا تو آپ کو غلبہ دین عطا کیا گیا **هو الذی**
ارسل رسولہ بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی
الدین کلہ (امقرآن حکیم)
 (۲۵) اگر اور انبیاء کے دین میں تحریف و تبدیل راہ پاگئی جس سے وہ ختم ہو

بقیہ ص ۲۱ آج تھا ہے پاس موسیٰ آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تم بلاشبہ سیدھے
 راستہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر آج موسیٰ زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کو پا
 لیں تو وہ یقیناً میرا ہی اتباع کریں گے۔

۱۲ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا (جس میں نہ اب کسی کی گنجائش ہے نہ زیاد
 ۱۳ آج کے دن میں نے دین کو کامل کر دیا جس میں کوئی کمی نہیں رہی تو کسی نئے دین
 کی ضرورت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس دین کا دوامی ہونا ظاہر ہے
 اور پہلے ادیان میں کمی تھی جس کی اس دین سے تکمیل ہوتی تو پچھلے کسی ناقص دین کی
 اب حاجت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس کا ہنگامی ہونا ظاہر ہے)
 ۱۴ وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت و دین دے کر تاکہ اسے تمام
 دنیوں پر غالب کر دے۔

گتے تو آپ کے دین میں تجدید رکھی گئی جس سے قیامت تک تازہ بہ تازہ ہو کر
دواماً باقی رہے گا ان اللہ یبعث لهذه الامۃ علی راس کل مائۃ
سنہ من یجد لها دینہا^{۲۵} (مشکوٰۃ)۔

(۲۶) اگر شریعت موسوی میں جلال اور شریعت عیسوی میں جمال غالب تھا۔
یعنی حکم کی صرف ایک ایک جانب کی رعایت تھی تو شریعت محمدی میں جلال و
جمال کا مجموعی کمال غالب ہے جس کا نام اعتدال ہے جس میں حکم کی دونوں
جانبوں کے ساتھ درمیانی جہت کی رعایت ہے جسے توسط کہتے ہیں۔

وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا (اسقرآن حکیم)

(۲۷) اگر دینوں میں تشدد اور تنگی اور شاق شاق ریاضتیں تھیں جسے تشدد کہا جاتا
ہے تو اس دین میں نرمی اور توافق طبع رکھ کر تنگ گیری ختم کر دی گئی ہے
لَا تَشْدُو عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ فَيَشُدَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا
شَدَّوْا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَتَلَكَ بِقَايَاهُمْ
فِي الصَّوَامِعِ وَالْدِيَارِ (ابوداؤد عن انس)

۲۵۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اٹھاتا رہے گا اس امت

کے لیے وہ لوگ جو ہر صدی کے سرے پر دین کو تازہ کرتے رہیں گے۔

۲۶۔ اور بنایا ہم نے تم کو (بحیثیت دین) کے امت اعتدال۔

۲۷۔ اپنے اور پر سختی مت کرو (ریاضت شاقہ اور ترک لذات میں مبالغہ مت کرو)

کہ اللہ بھی تم پر سختی فرمانے لگے اس لیے کہ جہنوں نے اپنے اور پر تشدد کیا رہبانیت یعنی

یہود و نصاریٰ تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی سو یہ منذروں اور خانقاہوں میں کچھ انہی کے
بچے بچائے لوگ پڑے ہوتے ہیں۔

(۲۸) اگر بسلسلہ خصوصیات شریعت موسوی میں تشدد ہے یعنی انتقام فرض ہے عفو درگزر جائز نہیں وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعين والآۃ اور شریعت عیسوی میں تساہل ہے یعنی عفو درگزر فرض ہے انتقام جائز نہیں بنص انجیل گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کر دو تو شریعت محمدی میں توسط واعتدال فرض ہے کہ انتقام جائز اور عفو درگزر افضل ہے جس میں یہ دونوں شریعتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ ^{۲۸} وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرة علی اللہ انہ لا یحب الظالمین (انقرآن حکیم)

(۲۹) اگر شریعت عیسوی میں صرف باطنی صفاتی پر زور دیا گیا ہے، خواہ ظاہر گندہ ہی کیوں نہ رہ جاتے نہ غسل جنابت ہے نہ تطہیر اعضاء، دوسری ملتوں میں صرف ظواہر کی صفاتی پر زور دیا گیا ہے کہ غسل بدن روزانہ ضروری ہے خواہ میں باطن میں خطرات کفر و شرک کچھ بھی بھرے پڑے رہیں تو شریعت محمدی میں طہارت

عہ اور ہم نے ان بنی اسرائیل پر فرض کر دیا تھا تو تم میں کہ نفس کا بدلہ نفس، آنکھ کا بدلہ آنکھ۔
عہ انجیل میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی تمہارے باتیں گال پر تھپڑ مارے تو تم دایاں گال بھی پیش کہہ جاتی ایک اور مارتا چل۔ خدا تیرا بھلا کرے گا۔

۲۸ اور برائی کا بدلہ اسی جیسی اور اتنی ہی برائی ہے یہ خلق حسن ہے اور جو معاف کرے اور درگزر کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اور اللہ ظالموں کو جو حدود سے گزر جانے والے ہوں، پسند نہیں کرتا۔

ظاہر و باطن دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ ویشاک فطہر (اشقران بحکیم)
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتی ارفع انرا رک فانہ انقی لثوبک و اتقی
 لربک ارشاد حدیث ہے السواک مطہرۃ للفع مرصاة للرب
 (۳۰) اگر اور ادیان میں اپنی اپنی قومیتوں اور ان ہی کے ٹھکانے کی رعایت
 ہے۔ مقولہ موسوی ہے ان ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبہم
 مقولہ عیسوی ہے کہ میں اسرائیلی بھٹیروں کو جمع کرنے آیا ہوں وغیرہ تو دین محمدی
 میں نفس الناسیت کی رعایت اور پورے عالم بشریت پر شفقت سکھلاتی گئی ہے
 الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من عیسن الی عیالہ (مشکوٰۃ)

۱۹ اور اپنے کپڑوں کو پاک کر دے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب ایک زوجہ
 مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچی زمین پر گھسٹتی ہوتی آرہی تھی۔
 تو فرمایا کہ اے جوان لنگی ٹخنوں سے اوپر اٹھا کہ یہ کپڑے کے حق میں صفائی اور پاکی
 اور پردگاری کی نسبت سے تقویٰ (باطنی پاکی) کا سبب ہوگی جس سے ظاہری و باطنی
 دونوں پاکیزگی کا مطلوب ہونا واضح ہے اور حدیث میں ہے کہ سواک کرنا منہ کی تو
 پاکی ہے اور پردگاری رضا ہے۔ یعنی سواک ظاہری اور باطنی دونوں پاکیزاں پیدا
 کرتی ہے جس سے ظاہر و باطن کی صفائی اور پاکی کا مطلوب ہونا نمایاں ہے۔

۲۰ بھیج میری ساتھ بنی اسرائیل کو اور انہیں ستامت۔

۲۱ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو
 اس کے کنبہ کی ساتھ احسان سے پیش آئے۔

(۳) اگر اور ابیہار نے صرف ظاہر شریعت یا صرف باطن پر حکم کیا تو آپ نے ظاہر و باطن دونوں پر حکم کیا اور آپ کو شریعت و حقیقت دونوں عطا کی گئیں۔ ^۱عن الحارث بن حاطب ان رجلا سرق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبہ فقال اقلوه فقالوا انما سرق قال فاطعوه (فقطع) شو سرق ایضا فقطع شو سرق علی عهد ابی بکر فقطع شو سرق فقطع حتی قطعت قوائمه شو سرق الخامسه فقال ابوبکر کان رسول اللہ علیہ وسلم اعلم بہذا حیث امر بقتله اذ ہوا بہ فاقتلوه (مستدرک، حاکم و صحیح)

۳۔ حضرت علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی توڑ دی۔ ناکردہ گناہ لڑکے کو قتل کر دیا یا بخیل گاؤں کی دیوار سیدھی کر دی اور موسیٰ علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا کہ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شرعیہ ظاہر ہی پر ہیں اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضور نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو حالانکہ چوری کی ابتدائی سزا قتل نہیں تو صحابہ نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے تو چوری کی ہے (کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے) فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا (بایاں پر) کاٹ دیا۔
 (باقی صفحہ ۲)

(الف) اگر انبیاء سابقین کو شرائع اصلیہ دی گئیں تو آپ کو آپ کی امت کے
 راسخین فی العلم کو شرائع وضعیہ یعنی اجتہادی مذاہب عطا کیے گئے جن میں تشریع
 کی شان رکھی گئی کہ آئمہ اجتہاد اصل شریعت کے احکام و علل و اوصاف اور امر
 و حکم میں شرعی ذوق سے غور و تدبر کر کے نئے نئے حوادث کے احکام کا استخراج
 کریں اور باطن شریعت کھول کر نمایاں کر دیں لعلہ الذین یستنبطونہ منہم (القرآن حکیم)
 (ب) اگر اور انبیاء کے ادیان میں ایک نیکی کا اجر ایک ہی ہے تو آپ کے دین
 میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے اور ایک نیکی برابر دس نیکیوں کے ہے۔
 من جاء بالمسنۃ فله عشر امثالها (القرآن حکیم)۔

بقیہ یہ تھا گیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ نے اس نے پھر چوری کی تو اس کا بایاں ہاتھ
 کاٹ دیا گیا چوتھی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ
 پر کاٹ دیتے جانے کے باوجود جب اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا
 کہ اس کے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا کہ آپؐ پہلی ہی بار ابتدا ہی میں جان لیا تھا
 کہ چوری اس کا جزو نفس ہے یہ چوری کی منازوں سے باز آنے والا نہیں اور ابتدا ہی میں اس کے باطن
 پر حکم لگا کر قتل کا حکم دیدیا تھا ہمیں اب خبر ہوئی جبکہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہذا
 اپنے قتل کر دو توبہ قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت واقعات احادیث میں جا بجا ملتے ہیں۔
 ۲۲ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ
 اگر اسے وہ پیغمبر کی طرف یا راسخین فی العلم تک پہنچا دیتے تو جو لوگ اس میں سے استنباط
 کرتے ہیں وہ اسے جان لیتے جس سے استنباطی اور اجتہادی شرائع ثابت ہوتی ہیں
 ۲۳ ملک جس نے ایک نیکی کی تو اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔

(۳۳) اگر اور انبیاء کو ایک ایک نماز ملی تو حضور کو پانچ نمازیں عطا ہوتیں۔
 عن محمد بن عائشہ ان آدم لما يتب عليه عند الفجر صلى ركعتين
 فصارت الصبح وفدى اسحق عند الظهر فصلى ابراهيم اربعاً
 فصارت الظهر وبعث عزيز فقبل له كما لبثت قال يومافراي
 الشمس فقال او بعض يوم فصلى اربع ركعات فصارت العصر وغفر
 لداود عند المغرب فقام فصلى اربع ركعات فحمد فجلس في الثالثة
 فصارت المغرب ثلثا واول من صلى العشاء الاخرة نبينا محمد
 صلى الله عليه وسلم (طحاوی بحوالہ خاتص کبریٰ ص ۲۴۲)

۳۳ محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول ہوئی
 تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو صبح کی نماز کا وجود ہوا اور حضرت اسحق علیہ السلام
 کا جب ظہر کے وقت فدیہ دیا گیا اور انہیں ذبح سے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ
 السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعت پڑھیں تو ظہر ہو گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام
 کو جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے؟ کہا، ایک دن، پھر جو سورج
 دیکھا تو کہا یا کچھ حصہ دن (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر
 ہو گئی اور مغفرت کی گئی حضرت داؤد علیہ السلام کی غروب کے وقت توبہ
 کھڑے ہوتے چار رکعت پڑھنے کے لیے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی
 میں بیٹھ گئے تو مغرب ہو گیا اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی وہ
 بنی کریم صلعم ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں۔

(۳۴) اگر اور انبیاء کی ایک نماز ایک ہی رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ نمازیں پچاس کے برابر رکھی گئیں۔ (ہی خمس بنخمسین دنات عن انس)

(۳۵) اگر اور انبیاء نے بطور شکر نعمت خود سے اپنی اپنی نمازیں متعین کی تو آپ کو آسمان پر بلا کر اپنی تعین سے نمازیں خود حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائیں (کافی حدیث المعراج المشہور)

(۳۶) اگر اور انبیاء کی نمازیں مخصوص مواقع کے ساتھ مقید تھیں جسے محراب یا صومعہ یا کینسہ وغیرہ تو حضور کی نماز کے لیے پوری زمین کو مسجد بنایا گیا۔

جعلت لی الارض مسجدا و طهورا (بخاری و مسلم) و تہ بار و لم یکن احد من الانبیاء یصلی حتی یشبع محرابہ (بخاری و مسلم)

۳۴ شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپ کمی کی درخواستیں کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی رہیں جب پانچ رہ گئیں اور آپ نے حیاء ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی۔ تو ارشاد ہوا بس یہ پانچ نمازیں ہی آپ پر اور آپ کی امت پر فرض ہیں مگر یہ پانچ پچاس کے برابر رہیں گی اجر و ثواب میں

۳۵ جیسا کہ حدیث معراج میں تفصیلاً مذکور ہے اور حاشیہ ۲۸ میں اسکا مختصر تذکرہ اچکا ہے

۳۶ انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب (مسجد) میں آئے بغیر نماز ادا کرتا ہو یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں ہیں جو سب ائمہ انبیاء کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنا دیا گیا ہے کہ اس سے تم کروں جو حکم میں حضور (باقی صفحہ ۲۸ پر)

(۳۷) اگر اور انبیاء اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرماتے گئے۔ ^{۳۷} کَلَّمَ النَّبِيَّ مَبْعُوثَ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبَحْثَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً (بخاری و مسلم

عن جابر) وَفِي التَّزِيلِ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ

(۳۸) اگر اور انبیاء کی دعوت خصوصی تھی تو آپ کو دعوتِ عامہ دی گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي يَأْتِيهَا الْيَاسُ وَالنَّاسُ
اتَّقُوا رَبَّكُمُ (القرآن حکیم)

(۳۹) اگر اور انبیاء محدود حلقوں کے لیے رحمت تھے تو آپ سارے جہانوں

کے لیے رحمت تھے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (القرآن حکیم)۔

(۴۰) اگر اور انبیاء اپنے اپنے حلقوں کو ڈرانے والے تھے۔ تو حضور جہانوں کے لیے نذیر تھے۔ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (تو حضور کے لیے ہے

بقیہ ۱۲ کے ہو جائے یا تیم جنابت کہ لوں جو حکم میں غل جنابت کے ہو جائے جب کہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو۔

۳۷ بہرہ بنی خصوصیت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف میں ہے اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے پیغمبر مگر سارے انسانوں کے لیے۔

۳۸ اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو۔

۳۹ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

لَيَسْكُنَنَّ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (اسقرآن حکیم)

(۴۱) اگر اور انبیاء اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث اور ہادی تھے و لکل قوم بعد ہر قوم کے لیے ایک ایک ہادی ضرور آیا تو حضور سارے انسانوں کے لیے ہادی تھے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (اسقرآن حکیم) و بخت انا الحی الجن والانس (بخاری و مسلم عن جابر)

(۴۲) اگر اور انبیاء کو ذکر دیا گیا کہ مخلوق انہیں یاد رکھے تو آپ کو رفعت ذکر دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جاتے۔ اذانوں اور بکیروں، خطبوں اور خاتموں، وضو و نماز اور ادواشغال اور دعاؤں کے اقتراح و اختتام میں آپ کے نام اور منصب نبوت کی شہادت دی جاتے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اسقرآن حکیم) و حدیث ابوسعید خدری قال لی جبریل قال اللہ اذا ذکرک ذکرک معی (ابن جریر و ابن حبان)

ﷺ اور کوئی امت نہیں گزری جس میں ڈرنے والا نہ آیا۔ اور حضور کے لیے فرمایا گیا تاکہ ہوں آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

ﷺ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اور ارشاد حدیث ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں، جنوں اور انسانوں سب کی طرف۔

ﷺ اور ہم نے اپنے پیغمبرؐ کو اپنا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرائیل نے کہا۔ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (اے پیغمبر) جب آپ کا ذکر کیا جلتے گا۔ تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہوگا۔ تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا جیسا کہ اذانوں و بکیروں و خطبوں میں ہے۔
بقیہ صفحہ ۳۰

(۴۳) اگر اور انبیاء کا محض ذکر حق تعالیٰ نے فرمایا تو آپ کا ذکر اپنے نام کے ساتھ ملا کر فرمایا۔ دیکھو سابقہ حاشیہ کی دو درجن سے زائد آیتیں۔
 (۴۴) اگر اور انبیاء نے روحانیت کے کمال کو خلوت و انقطاع اور رہبانیت کا پابند ہو کر دکھلایا۔ تو آپ نے اسے جلوتوں کے ہجوم جہاد، جماعت، سیاحت و سفر، شہری زندگی، معاشرت اور حکومت و سیاست کے سارے اجتماعی گوشوں میں سمو کر دکھلایا۔

بقیہ صفحہ ۲۹، اور دعاؤں کے افتتاح و ختم کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول بہ ہے جیسا فرمایا گیا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ و اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مومنین۔ و بطیعون اللہ و رسولہ۔ انما المومنین الذین آمنوا باللہ و رسولہ۔ براءۃ من اللہ و رسولہ۔ و اذ ان من اللہ و رسولہ۔ استجبوا للہ و للرسول۔ و من یعص اللہ و رسولہ۔ اذاق اللہ و رسولہ امراً۔ و شاقوا للہ و رسولہ۔ و من یشاق اللہ و رسولہ۔ و من یحادد اللہ و رسولہ۔ و لعل یتخذوا من دون اللہ و رسولہ۔ یحاربون اللہ و رسولہ۔ ما حرم اللہ و رسولہ قتل الانفال للہ و الرسول۔ فان للہ خمسہ و للرسول۔ فردوہ الی اللہ و الرسول۔ ما آتاہم اللہ و رسولہ۔ شیئاً من اللہ من فضلہ و رسولہ۔ انما ہوا للہ و رسولہ۔ کذبوا للہ و رسولہ۔ انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ۔ الذین یؤمنون باللہ و لا تقعد مواہین یدی اللہ و رسولہ۔

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (الحديث) وسياحة امتي
 الجهاد (الحديث) قل سيروا في الارض (انقرآن حکیم) لا
 اسلام الا بجماعته ————— (مقولہ عمر رضی اللہ عنہ)

(۲۵) اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصا، موسیٰ، ید بیضا، احیاء عیسیٰ، ناز خلیل
 ناقہ صاریح، طلحہ شعیب، قمیض یوسف وغیرہ) دیتے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر
 سکے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا جس
 نے عقل، قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا۔

أَنَا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (انقرآن حکیم)
 (۲۶) اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذوات کے ساتھ ختم ہو گئے
 کیونکہ وہ ان ہی کے اوصاف تھے تو حضور کو وادی معجزہ قرآن کا دیا گیا۔ جو
 تاقیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے
 جو لازوال ہے۔ اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَأَنَا لَهُ الْخَافِظُونَ۔

(۲۷) اگر اور حضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں
 تھا۔ ایسے وہ بدل بدل گئیں تو آپ کو وہ کتاب دی گئی جس کے وعدہ حفاظت کا

۲۵ اسلام میں رہبانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں۔ اور میری امت کی سیاحت و سیر
 جہاد ہے۔ کہہ دیجئے اسے پیغمبر اکرمؐ چلو پھر زمین میں۔ اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے
 ۲۶ ہم نے قرآن اتارا تاکہ عقل سے سمجھو۔

۲۷ ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

التوراة السبع الطوال ومكان الذبور المئين ومكان الانجيل
— المثانی وفضلت بالمفصل (بیہقی عن واثلة ابن الاسقع)

(۵۰) اگر قرآن میں حق تعالیٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضور کے
ایک ایک عضو اور ایک ایک اداء کا پیار و محبت سے ذکر کیا ہے چہرہ کا ذکر فرمایا
قد نرّی قلب وجہک فی السماء آنکھ کا ذکر فرمایا ولا تمدن
عینک زبان کا ذکر فرمایا فانما یسرناہ بلسانک ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا
ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک سینہ کا ذکر فرمایا الم نشرح لک صدک

(بقیہ ص ۳۲)
بقرہ، آل عمران، مادہ، نساء، انعام، انفعل، توبہ) اور زبور کی جگہ مئین (سوسوئوں
والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورہ فاتحہ) اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی
گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل وسط مفصل اور قصار مفصل
سب شامل ہیں اور سورۃ ق یا سورۃ فتح یا سورۃ محمد سے علی اختلاف
الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئیں ہیں۔
۱۵ آیات اعضا کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ع ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھاگھا کر آسمان کو دیکھنا۔
عہ اور آنکھیں اٹھا کر مت دیکھ۔

عہ بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر۔
للعہ اور مت کر اپنے ہاتھ کو شکر اہوا اپنی گردن تک۔
عہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

اعلان کیا گیا جس سے وہ کبھی نہیں بدل سکتی۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (اتقان حکیم)
(۲۸) اگر اور انبیاء سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس
یا صرف معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ وغیرہ اور ایک ہی لغت
پر نازل شدہ دی گئیں تو حضور کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی
جو سات لغات پر اتری۔ کَانَ الْكِتَابُ الْأَوَّلُ يُنْزَلُ مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ
عَلَى حَرْفٍ وَاحِدٍ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ مِنْ سَبْعَةِ أَبْوَابٍ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ

زَاجِرٍ وَآمُرٍ وَحَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمَحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَامْتِثَالٍ (مستدرک حاکم بیہقی عن ابن مسعود)
(۲۹) اگر اور حضرات کو صرف اداریہ طلب کے کلمات دیتے گئے تو آپ کو جوامع
الکلم و جامع اور فصیح و بلیغ ترین تعبیرات دی گئیں جس سے ادروں کی پوری
پوری کتابیں آپ کی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں اور اگتیں اور ان میں سما گئیں

اعطيت جوامع الكلم (مسند احمد عن جابر) خصائص ۱۹۳) اعطيت مكان

۳۷ ہم ہی نے یہ ذکر قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔
اور فرمایا، نہیں اس کے پاس چھک سکتا باطل، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔

۳۸ پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں
اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترا ہے۔ زَجَرَ أَمْرٍ حَلَالٍ
حَرَامٍ مُحْكَمٍ مُتَشَابِهٍ وَامْتِثَالٍ۔

۳۹ مجھے جوامع کلم دیتے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع ترین جملے جن میں تم کی بات کہی
گئی ہو اور اثر و تشدید ہے مجھے دیتے گئے ہیں تورات کی جگہ سبع طوالت (ابتداء کی سات سورتیں
(باقی اگلے صفحہ پر)

التوراة السبع الطوال ومكان الزبور المثین ومكان الانجیل
— المثانی وفضلت بالمفصل (سبق عن واثلة ابن الاسقع)

(۵۰) اگر قرآن میں حق تعالیٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضور کے
ایک ایک عضو اور ایک ایک اوار کا پیار و محبت سے ذکر کیا ہے چہرہ کا ذکر فرمایا۔
قد نرئی تقلب وجهك في السماء انکھ کا ذکر فرمایا ولا تمدن
عينك زبان کا ذکر فرمایا فانما يسرناه بلسانك ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا،
ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك سینہ کا ذکر فرمایا الم نشرح لك صدرك

(بقیہ ص ۳۲)
توبہ، آل عمران، مائدہ، نساء، انعام، انفال، توبہ اور زبور کی جگہ مثین (سورتوں
والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورہ فاتحہ) اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی
گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل و ساط مفصل اور قصار مفصل
سب شامل ہیں اور سورہ ق یا سورہ نوح یا سورہ محمد سے علی اختلاف
الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئیں ہیں۔
۱۰ آیات اعضا کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

عہ ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھاگھا کر آسمان کو دیکھنا۔
عہ اور انگلیں اٹھا کر مت دیکھ۔

عہ بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر۔
للعہ اور مت کر اپنے ہاتھ کو شکڑا ہوا اپنی گردن تک۔
عہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

پیغمبر کا ذکر فرمایا و وضعنا عنك و ذرک الذی انقض ظہرک قلب
کا ذکر فرمایا نزلہ علی قلبک آپ کی پوری زندگی اور عمر کا ذکر فرمایا جس
میں تمام ادائیں اور احوال بھی آجاتے ہیں۔ لعمرک انہم لفی
سکرتھو یعمہون۔

(۵۱) اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرح صف
بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔
فضلت علی الناس بثلاث الی قولہ وجعلت صفوفنا کصفوف
الملئکة (بیہقی عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)۔

(۵۲) اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام
کر سکے تو حضور کے تہنا ایک ہی علمی معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو
جھکا کر مطیع بنا لیا۔ کروڑوں ایمان لے آئے اور جو نہیں لاتے وہ اس
کے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ
کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔

ۛ اور ہم نے اتار دیا تجھ سے بوجھ تیرا جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی۔
ۛ اتارا اللہ نے قرآن تیرے دل پر۔

ۛ تیری زندگی کی قسم! یہ (کفار) اپنی (بے عقلی کی) مدہوشیوں میں پڑے جھکے ہوئے ہیں
ۛ (مجھے فضیلت دی گئی ہے لوگوں پر تین باتوں میں) جن میں سے ایک یہ ہے
کہ کی گئی ہیں ہماری صفیں (نمازیں) مثل صفوف ملائکہ کے۔

۵۲ ما من الا نبیاء نبی الا اعطی ما مثله آمن علیه البشر وانما كان الذی اوتیتہ وحیاء او جاءہ اللہ الی فارجو ان اکون اکثرهم تابعاً (بخاری عن ہریرہ)
 (۱۵۳) اگر اور انبیاء کو عبادت الہی میں اس جہت سے بھی مخاطب نہیں بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحت و سلام میں مخاطب بنایا گیا۔
 ۵۳ السلام علیہا ایہا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

(۵۲ ب) اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔ آدم اور ان کی ساری ذریت ہو گی۔ آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیمة ولا فخر (مسند احمد)۔

(۵۴) اگر انبیاء و ائم سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے۔ تو آپ اس دن اولین و آخرین کے خطیب ہوں گے (خصائص کبریٰ)

۵۲ کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس پر آدمی ایمان لاسکے اور مجھے خدا نے وہ اعجازی نشان وحی کا دیا ہے (یعنی قرآن حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے (خصائص کبریٰ ص ۵۴)
 ۵۳ (ا) سلامتی ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

۵۳ (ب) آدم اور ان کی ساری اولاد میرے جھنڈے کے تلے ہوں گے قیامت کے دن۔ مگر غر سے نہیں کہتا بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔
 ۵۴ خصائص کبریٰ کی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔

(۵۵) اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور انتساب سے پہچانی جاویں گی تو آپ کی امت مستقلاً خود اپنی ذاتی علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔ قالوا یا رسول اللہ اتعزنا یومئذ؟ قال نعم لکم سیمایست لاحد من الامم تردون علی غداً محجلین من اثر الوضوء (مسلم عن ابی ہریرہ)

(۵۶) اگر اور انبیاء کو حق تعالیٰ نے نام لے کر خطاب فرمایا کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة۔ ینوح اهبط بسلامنا وبرکت یا ابراہیم اعرض عن هذا۔ یموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالتی۔ یداؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض۔

۵۵ صحابہ نے عرض کیا جبکہ آپ حوض کوثر کا ذکر فرما رہے تھے یا رسول کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے۔؟ (جبکہ اولین و آخرین کا ہجوم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (حوض کوثر پر) اس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے (یعنی اعضاء وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا) ۵۶ اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں ٹھیرو۔
 ع اے نوح (کشتی سے) اتر ہماری ہوتی سلامتی اور برکات کے ساتھ۔
 ع اے ابراہیم! اس سے درگزر کر۔
 ع اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں میں منتخب کیا اپنی پیغامبری کے ساتھ۔
 ع اے داؤد! میں نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا۔

یزکریا انا نبشركُ بغلام اسمه یحییٰ۔ یحییٰ اخذ الكتاب بقوة۔ یعیسیٰ
انی متوفیک ورافعک الیّ۔ تو حضور کو تکریم نام کے بجائے آپ کے منصبی القاب
سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل محبوبیت عند اللہ نمایاں ہوتی ہے۔
یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یا ایہا النبی انا ارسلناک
شاهدا۔ یا ایہا المزمّل قل اللیل الاقلیل۔ یا ایہا المدثر۔ قوفانذر (اعتراف حکیم)
(۵۷) اگر اور انبیاء کو ان کی امتیں اور ملائکہ نام لے کر پکارتے تھے۔ کہ
یٰ عیسیٰ اجعل لنا الها کما لہم الہمہ۔ یعیسیٰ ابن مریم هل یتطیع ربک؟

اے راؤد! میں نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا۔
اے زکریا! ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔
اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط تھام۔
اے عیسیٰ! مجھے تجھے پورا پورا لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔
اے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا دے اس چیز کو جو میں
نے تیری طرف اتاری۔
اے بنی! میں نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔
اے کملی دلے! قیام کر رات بھر۔ مگر کچھ کم۔
اے چادر دلے! کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا۔
اے موسیٰ! ہمیں بھی ویسے ہی غذا بنا دے جیسے ان (صنعا والوں) کے ہیں۔
اے عیسیٰ! ابن مریم! کیا تیرا رب اس کی قوت کر لیتا ہے۔

یلوط انا ارسل ربك تو اس امت کو او با حضور کا نام لے کر مخاطب بنانے سے روکا گیا لا تبجلوا دعا۔ الرسول بینکم کدعا۔ بعضکم بعضا۔

(۵۸) اگر اور انبیاء کو معراج روحانی یا منامی یا جسمانی مگر درمیانی آسمانوں تک دی گئی۔ جیسے حضرت مسیحؑ کو چرخ چہارم تک، حضرت ادریسؑ کو پنجم تک تو حضورؐ کو روحانی معراجوں کے ساتھ جسمانی معراج کے ذریعہ ساتوں آسمانوں سے گزار کر سدرۃ المنتہیٰ اور ستویٰ تک پہنچا دیا گیا۔ ثم صعد بی فوق سبع السموات و اتیت سدرۃ المنتہیٰ (نہائی عن نبس)

(۵۹) اگر اور انبیاء نے اپنی مدافعت خود کی اور دشمنان حق کو خود ہی جواب دے کر اپنی رات بیان کی۔ جیسے نوح علیہ السلام پر قوم نے ضلالت کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا۔ یقوم یس بی ضلالتہ۔ قوم عاد نے حضرت ہودؑ پر کم عقلی کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا۔ یقوم یس بی سفاہتہ ابراہیم علیہ السلام پر قوم نے شکست

عہ اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں۔

مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کے کہ بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو، بلکہ ادب و تعظیم کے ساتھ منصبی خطابات یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو۔

۵۸ پھر مجھے چڑھایا گیا ساتوں آسمان سے بھی اوپر اور میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔

۵۹ اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

عہ اے قوم! مجھ میں سفاہت (کم عقلی) نہیں ہے۔ میں تو رب العالمین کا فرستادہ ہوں

اصنام کا الزام لگا کر ایذا دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ مدافعت فرمائی۔
 قبل فعلہ کبیرہم هذا حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان صورت فرشتوں
 کو قوم نے قضا نے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت مدافعت کی آرزو
 ظاہر فرمائی تو ان لی بکھ قوۃ او اوی الی رہکن شدید تو حضور کی
 طرف سے ایسے مواقع پر مدافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی اور کفار کے طعنوں
 کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ کی برارت بیان فرمائی۔ کفار مگھنے آپ
 پر ضلالت و کجراہی کا الزام لگایا تو فرمایا ما مثل صاحبکم وما غوی
 کفار نے آپ کو بے عقل اور مجنوں کہا تو فرمایا۔ ما آئت بنعمته ربک
 بہر جنون اور وما صاحبکم بمجنون۔ کفار نے آپ کی پاکیزہ باتوں
 کو ہوائے نفاق کی باتیں بتلایا تو فرمایا۔

وما یطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔ کفار نے آپ کی وحی کو

عہ بلکہ یہ بت شکنی تو ان میں کے بڑے کا کام ہے (یعنی میرا) مگر بلحاظ
 بڑے بت کا۔

عہ اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مضبوط پناہ میں
 لے نہ تمہارا ساتھ گمراہ نہ کج راہ۔

عہ تم اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے مجنون نہیں اور تمہارا ساتھ جزئی نہیں ہے
 عہ اور پیغمبر ہونے نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ تو وحی ہوتی ہے جو اس
 کی طرف کی جاتی ہے۔

شاعری کہا تو فرمایا وما هو بقول شاعر اور فرمایا وما علمناه اشعر وما ينبغي له
کفار نے آپ کی ہدایتوں کو کہانت کہا فرمایا وما هو بقول کاہن کفار نے
آپ کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا ما انزلنا عليك
القرآن لتشقت له۔

(۶۰) اگر حضرت آدم کی تحیت کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور
کی تحیت بصورت درود و سلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی
شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے
عبادت بنا دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّونَ عَلٰى النَّبِیِّ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا (اسقرآن حکیم) اور اس سلام عليك
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۶۱) اگر حضرت آدم کا شیطان کا فر تھا اور کافر ہی رہا تو حضور کا شیطان
آپ کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہو گیا۔ کَمَا فِی الرَّوَاۃِ الْاٰتِیَةِ۔

معہ اور وہ قول شاعر کا نہیں اور ہم نے انہیں (حضور کو) شاعری کی تعلیم
نہیں دی اور نہ یہ ان کی شان کے مناسب تھا۔
لہ اور وہ قول کاہن کا نہیں ہے۔

معہ ہم نے قرآن تم پر اس لیے نہیں اتارا کہ تم تعب اور محنت میں پڑ جاؤ۔
لہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ لے ایمان والو! تم

بھی درود و سلام اس نبی پاک پر بھیجو۔

لہ جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

(۶۲) اگر حضرت آدمؑ کی زوجہ پاک (حواء) ان کی خطا میں معین ہوئیں تو حضرت کی ازواج مطہرات آپ کے کارِ نبوت میں معین ہوئیں۔ فضلت علی آدم بنصلتین کان شیطان فی کافر افاغانی اللہ علیہ حتیٰ اسلم وکن انرا وای عونا لی۔ وکان شیطان آدم کافر۔ وزوجتہ عونا علی خطیئہ (بیہقی عن ابن عمر)۔

(۶۳) اگر حضرت آدمؑ کو حجرِ جنت (حجرِ اسود) دیا گیا جو بیت المقدس میں لگا دیا گیا، حضورؐ کو روضہ جنت عطا ہوا جو آپ کی قبر مبارک اور ممبر شریف کے درمیان رکھا گیا۔ ما بین قبری ومنبری روضہ ریاض الجنۃ (بخاری و مسلم)۔

(۶۴) اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں سے پانچ بت نکلوانے

۶۲ مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے میرے شیطان کافر تھا جس کے مقابلہ میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا اور میری بیویاں میرے (دین کے) لیے مددگار بنیں (حضرت خدیجہؓ نے احوالِ نبوت میں حضورؐ کو بہارا دیا۔ ورقہ ابن نوافل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی تسلی تشفی کی۔ حضرت عائشہؓ نصف نبوت کی حامل ہوئیں اور دوسری ازواج مطہرات قرآن کی حافظ اور حدیث کی راوی ہوئیں) درحالیکہ آدم کا شیطان کافر ہی تھا۔ اور کافر ہی رہا اور ان کی زوجہ ان کی خطیئہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرہ ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی جس کو خطا۔ آدم کہا گیا ہے۔

۶۳ میری قبر اور ممبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

چلتے گئے تو حضور نے بیت اللہ میں سے تین سو ساٹھ بت نکالے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل گئے اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی کمال پھینکے گئے۔ وقالوا تذرنا المہتک ولا تذرنا ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ونسرا (اسقرآن حکیم) ان الشیطان قد یئس ان یعبده المصلون فی جزیرۃ العرب (شکرۃ) یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانساب والاذلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه۔ (القرآن حکیم)۔

(۶۵) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضور کو مقام محمود عطا ہوا جس سے رب البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی اور عسیٰ ان یشک ربک مقاماً محموداً (اسقرآن حکیم) اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ۔

۶۴ اور (قوم نوح) کہا کہ دیکھو اپنے خداؤں (یعنی پانچ بتوں) و دسواع نیوث یعوق اور نسرو نوح کے کہنے سے ہرگز مت چھوڑنا (چنانچہ ہنیں چھوڑا تا آنکہ طوفان میں غرق ہو گئے) اور حضور نے تین سو ساٹھ بتوں کی ناپاکی کو ہمیشہ کے لیے کمال پھینکا۔ (جیسا کہ سیر میں مرقوم ہے)

۶۵ قریب ہے کہ اللہ آپ کو (اے نبی کریم) مقام محمود پر بھیجے گا جس پر پہنچ کر حضور حق تعالیٰ کی عظیم ترین حمد و ثنا کریں گے اور اس کی رفعت و بلندی بیان فرمائیں گے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

(۶۶) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض و سما دکھلائی گئیں۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض تو حضور کو ان آیات کے ساتھ حقائق الہیہ دکھلائی گئیں۔ لنریہ من ایتنا (انقرآن حکیم)۔

(۶۷) اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کوئیہ زمین پر دکھلائی گئیں تو حضور کو آیات الہیہ (آیات کبریٰ) کا مشاہدہ آسمانوں میں کرایا گیا۔ لقد رای من ایت ربہ الکبریٰ (انقرآن حکیم)۔

(۶۸) اگر حضرت ابراہیم پر نار نمودار اثر نہ کر سکی تو حضور کے کئی صحابہ کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپؐ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی جعل فی امتنا مثل ابراہیم الخلیل (ابن رجب عن ابن ہبیرہ خاص کبری ص ۴۹)۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)
اور مقام ابراہیم کے بارہ میں قسطنطنیہ نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم (بیت اللہ میں مقام ابراہیم ہے جو جنت سے لایا ہوا ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے اور جوں جوں تعمیر اونچی ہوتی جاتی وہ پتھر اتنا ہی اونچا ہو جاتا اور جب حضرت کا اترنے کا وقت ہوتا تو پھر اصلی حالت پر آ جاتا۔
۶۶ اور ایسے ہی دکھلائیں گے ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کی حقیقتیں اور تاکہ ہم دکھائیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (شب معراج میں) اپنی خاص نشانیاں قدرت کی۔
۶۷ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دکھیں۔

۶۸ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں ہمارے بنیاد کو مشرکین مکہ آگ میں پھینک دیا حضورؐ ان کے پاس سے گزرتے تو ان کے (باقی صفحہ گزشتہ پر)

(۶۹) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محشر میں سب سے اول لباس پہنا کر ان کی کرامت کا اعلان کیا جاتے گا۔ تو حضور کو حق تعالیٰ کی دائیں جانب ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا جائے گا کہ اولین و آخرین آپ پر غبطہ کریں گے جب کہ وہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔ ^{۵۹} اول من یکسی ابراہیم یقول اللہ تعالیٰ اکسو اخیلی قیوتی بریطتین بیضاوین من رباط الجنۃ ثعاکسی علی اثرہ ثعاقو و عن یمین اللہ مقامًا یغبطنی الا ولون والاخرون۔ رواہ الدلمی عن ابن مسعود۔

(بقیہ ص ۴۳ سے) سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ اینا رکونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی ابراہیم۔ (عن عمر بن میمون خصائص کبریٰ ص ۸۶) اے آگ عمار پر برد و سلام ہو جاسیے تو ابراہیم پر ہو گئی۔ ذویب ابن کلیب کو اسود غسی نے آگ میں ڈال دیا۔ اور آگ اثر نہ کر سکی تو آپ نے وہ سابقہ جملہ ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا نہ تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلا سکی ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ وغیرہ۔

۵۹ سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روز محشر لباس پہنایا جائیگا۔ فرمائیں گے حق تعالیٰ میرے خلیل کو لباس پہناؤ تو دو سفید براق چادریں جنبے لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی پھر ان کے بعد مجھے بھی لباس پہنایا جائیگا۔ پھر میں کھڑا ہوں گا۔ اشد کی جانب میں ایک ایسے مقام پر کہ اولین و آخرین مجھ پر غبطہ کریں گے یعنی میری کرامت سبے نافع ہو جائیگی جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں

(۷۰) اگر حضرت اسماعیلؑ کے لیے پر جب بیل سے زرم کا سوت جا رہا ہو جس سے وہ سیراب ہوتے تو حضورؐ کی زبان مبارک سے پانی کے سوت پھوٹے جس سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سیراب ہوتے۔ بینما الحسن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ عطش فاشتد ظمأه فطلب له النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماء فلم یجدہ فاعطاه لسانہ فمضہ حتی روی (ابن عساکر عن ابی جعفر)

(۷۱) اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شہر حسن یعنی حسن جزئی عطا ہوا۔ تو حضورؐ کو حسن کل یعنی حسن جامع عطا کر دیا گیا جس کی حقیقت جمال ہے جو سرچشمہ حسن اور صفت خداوندی ہے۔ فلما اکبرنہ وقطعن اید یھن جس کی شرح حضرت عائشہؓ نے فرمائی کہ زنانِ مصر نے یوسف کو دیکھا تو ماتھہ تسلیم کر لیے۔ اگر میرے محبوب کو دیکھ پاتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں جو حضورؐ کے حسن و جمال کی افضلیت اور کلیت کی طرف اشارہ ہے (مشکوٰۃ)

(۷۲) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے کوہ طور اور وادی مقدس

نئے اسی اثنائیں کہ حضرت امام حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک انہیں پیاس لگی اور شدید ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے لیے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا تو آپؐ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے۔

اور چوستے رہے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

لے جب زنانِ مصر نے یوسف کو دیکھا تو اپنے ماتھہ تسلیم کر ڈالے۔

میں کلام کیا۔ تو حضورؐ سے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک کلام فرمایا۔ ^{۴۲}
الح عبدہ ما اوحی (القرآن حکیم)

(۴۳) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بارہ چشمے جاری ہوتے تو حضورؐ کی انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔ فرایت السماء ینبع من بین اصابعہ فجعل القوم یتوضأون فخرزت من توضأ ما بین السبعین الى الثمانین (بخاری مسلم عن انس)

(۴۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کانوں کو لذت کلام دی گئی اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلعت سے نوازا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو دیدار جمال سے مشتک گیا ان اللہ اصطفیٰ ابراہیم بالخلاہ واصطفیٰ موسیٰ بالکلام واصطفیٰ محمدًا بالرویت (بیہقی عن ابن عباس) ما کذب الفواد ما رآی (القرآن حکیم)۔

^{۴۲} (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس خدانے اپنے بندے پر وحی کی جو اسے کرنا تھی۔

^{۴۳} میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر کڑکھل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کر لی تو میں نے جو وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

^{۴۴} اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لیے اور منتخب کیا موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لیے اور منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے لیے۔ قرآن نے فرمایا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا۔

(۷۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں لن ترانی تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب کسے دیا گیا تو حضور کو بلا سوال آسمانوں پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔ ما کذب الفواد ما رای قال ابن عباس
 راہ مرة ببصرہ ومرة بفوادیہ (فتح الہم فی التفسیر سورۃ النجم)

موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفاً تو عین ذات می نگری در بسی
 (۷۵) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو بحرِ قسزم میں راستے بنا کر بعیت
 موسیٰ گزار دیا گیا تو حضور کے صحابہ کو بعد وفات نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے
 پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گزارا گیا۔ لَمَّا عَبَرَ الْمَسْلُمُونَ يَوْمَ
 مَدَائِنِ اقْتَعَمَ النَّاسُ دَجْلَةَ الرَّحْ (خصائص کبریٰ ص ۲۸۳) کامل ابن اثیر عن العلان البھری

۷۴ دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا بس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے اور ایک بار دل سے دیکھا۔

۷۵ فتح مدائن کے موقع پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں
 لوگوں نے ہجوم کیا تو صحابہ کی کراہتوں کا ظہور ہوا۔ اس میں روایت کی بقدر ضرورت تفصیل
 یہ ہے کہ جب بغداد عراق پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اس ملک
 کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو یسج میں حائل ہوا حضرات صحابہ کے پاس نہشتیاں تھیں
 اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جاسکتا تھا۔ اس موقع پر بظاہر سبب ان حضرات
 کو فکر و امن گیر ہوا تو حضرت علامہ ابن کثیر نے دعا کا مشورہ دیا۔ خود دعا کے لیے ہاتھ
 اٹھائے اور سامنے صحابہ نے مل کر دعا کی ختم دعا چڑھ سکے دیا کہ سب مل کر ایک دم گھوڑے
 (باقی اگلے صفحہ پر)

(۷۶) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدس (فلسطین) دی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاہیح ارض (زمین کی کنجیاں) عنایت کی گئیں۔ اوستیت مفاہیح خزائن الارض۔

(بقیہ منکے) دریا میں ڈال دیں تو ان حضرات نے جو شش ایمانی میں خدا پر بھروسہ کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ گھوڑے ٹانپ ٹانپ گئے۔ پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے دم لینے کے لیے مختلف سامان فرمائے بعض صحابہؓ کے گھوڑوں کے لیے جا بجا پانی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔ بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رُک کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔ بعض کے گھوڑوں کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گزارا گیا جیسے وہ زمین پر چل رہے ہیں جس پر اہل فارس نے ان مقدسین کی نسبت یہ کہا تھا کہ یہ انہیں جنات معلوم ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ موسیٰ (بنی اسرائیل) کو بحرِ قلزم میں مبعیت موسیٰ راستے بنا کر قلزم سے گزارا گیا تھا تو اس امت میں اس کی نظیر یہ واقعہ ہے جس میں صحابہ نبوی کے لیے وجہ میں راستے بناتے گئے اور ایک انداز کے ہیں۔ بلکہ مختلف اندازوں سے۔ اور صحابہ بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسیٰ کی نظیر کے طور پر دیکھتے تھے۔ پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ محبذہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر بنی خاتم کے صحابہؓ کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوتی اور امت محمدیہ کی فضیلت اہتِ موسیٰ پر اس واقعہ خاص میں بھی نمایاں رہی۔

۷۷ بھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں۔

(۷۷) اگر عصا موسیٰ کے معجزے کے مقابلہ میں ساحرانِ فرعون نے بھی اپنی اپنی لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھلایا یا صورتِ معجزے کی نظیرے آتے گو حقیقتاً وہ ٹیخیل اور شبنم ہی خیال تھی۔ فالقوا جبالہم وعصیہم یخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی۔ تو معجزہ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنجوں کے باوجود آج تک جن داس ساحر و غیر ساحر، کاہن و غیر کاہن، اور شاعر و غیر شاعر مل کر بھی اس کی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لاسکے

قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرًا۔ (انقرآن حکیم)۔

(۷۸) اگر حضرت یوشع ابن نون (حضر موسیٰ) کے لیے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب نبوی کے لیے غروب شدہ آفتاب کو ٹوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔ نَامُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَرَاسَہُ فِی حَبْرٍ عَلٰی وَلَمْ یَکُنْ

عہ ساحرانِ فرعون نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور دیکھنے والوں کے خیال میں یوں گزرنے لگا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں۔

شے کہتے تھے اے پیغمبر کہ اگر جن داس اس پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کا مثل لے آئیں گے تو وہ نہیں لاسکیں گے اگرچہ سب مل کر ایک دوسرے کی مدد پر بھی کھڑے ہو جائیں۔

۷۹ بنی کریم صلعم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں (باقی صفحہ ۵۰ پر)

صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا له فردت علیہ الشمس حتی صلی ثم غابت ثانیہ

ابن مردویہ عن ابی ہریرہ وابن منذہ وابن شاپین والطرفانی عن اسماء بنت عمیس۔

(۷۹) اگر حضرت یوشع ابن لوق کے لیے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تو حضور کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر (اسقرآن الحکیم)۔

(۸۰) اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ہولتے نفس کی پیروی سے روکا کہ لا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل اللہ تو حضور سے اس ہولتے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بریت ظاہر کی۔ وما یطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (اسقرآن الحکیم)

(بقیہ ۷۹ سے) تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے خیال سے نماز کے لیے نہ اٹھ سکے (جب نبی کریم صلعم جاگے اور یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی) تو حضرت علی کے لیے دعا فرمائی۔ جس سے آفتاب ٹوٹا دیا گیا (دن نمایاں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا۔

۷۹ قیامت قریب آگئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

۸۰ (اے داؤد) ہولتے نفس کی پیروی مت کرنا کہ وہ تمہیں راہ حق سے ٹھکا دے گی۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہولتے نفس سے نہیں بولتے۔ وہ وحی ہوتی ہے جو انکی طرف کیجاتی ہے۔

(۸۱) اگر گشتری سلیمانی میں جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوتی تو جنات پر قبضہ نہ رہا تو گشتری محمدی میں تسخیرِ قلوب و ارواح کی تاثیر تھی کہ جس دن وہ عہدِ عثمانی میں گم ہوئی۔ اسی دن سے قلوب و ارواح کی وحشت میں فرق آگیا اور فتنہ اختلاف شروع ہو گیا۔ **بُئرا ریس؟ وما بئرا ریس؟** سوف تعلمون۔

۱؎ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (انتقال کے بعد جب کہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے۔ اریس کا کنواں کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ ہمیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ صحابہ حیران تھے۔ کہ ان جلوں کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دوحثمانی میں ایک دن حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوتے تھے۔ انگلی میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طشتی تھی جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے کہ اچانک انگشتری طشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ قلوب عثمانی اور تمام صحابہ کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی کنویں میں آدمی اترے۔ سارے کنویں کو لنگھال ڈالا۔ مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ رہے۔ اسی دن سے فتنوں کا آغاز ہو گیا اور بندھے ہوتے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں جو بعد کے فتنہ تجزب و اختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنہا الی یوم القیامۃ (میری امت میں جب تلوار نکل آئے گی پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جلتے گی) چنانچہ اس باقی اگلے صفحہ پر

(۸۲) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضور کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا جس سے آپ ان کی فرادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔ اونٹ کی فرادیں سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن مسلم) بکری کی فرادیں سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبدالرزاق) ہرنی کی فرادیں سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی و ابونعیم عن ابن مسعود) بیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اس کا مقصد (ابن عساکر عن ابن منظور)

بقیہ ص ۵۷ سے، فتنہ کے سلسلہ میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیراریس کا کیا مطلب تھا۔ یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت نگشتی محمدی کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بیراریس میں گم ہونا تھا کہ قبلو کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہو گئی جو آج تک واپس نہیں ہوئی۔ پس جنات کا مسخر ہو جانا آسان ہے۔ جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی۔

۵۷ ان روایات کے تفصیلی واقعات یہ ہیں۔ ایک اونٹ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا اور کچھ بلبلاتا رہا تو آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے ستاتا ہے۔ اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔ خدا سے ڈر۔ اس نے اقرار کیا اور توبہ کی۔ ایک بکری کو قصاب ذبح کرنا چاہتا تھا جو جائز ذبیحہ تھا۔ وہ اس سے چھوٹ کر

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۸۳) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام بعض حیوانات کی بولیاں سمجھ جاتے تھے تو حضورؐ کی برکت سے جانور انسانی زبان میں کلام کرتے تھے۔ جسے ہر انسان سمجھتا تھا۔ بھڑیے نے آپؐ کی رسالت کی شہادت عربی زبان میں دی (بیہقی عن ابن عمر)۔ گوہ نے فیض عربی میں نبوت کی شہادت دی۔ (طبرانی و بیہقی عن ^{۲۴})

(ص ۵۲ سے آگے) حضورؐ کی خدمت میں بھاگ آئی اور پیچھے پیچھے ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے بکری! صبر کر حکم خداوندی پر۔ اور اے قصاب اسے نرمی سے ذبح کر۔ آپؐ جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہؐ کی آواز آپؐ نے سنی۔ آپؐ نے دیکھا کوئی نظر نہ آیا ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی۔ جس نے کہا۔ یا رسول اللہؐ ذرا میرے قریب آئیے۔ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑی میں ہیں۔ ذرا مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا دوں۔ اور میں ابھی لوٹ آؤں گی فرمایا تو ایسا کہہ گئی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپؐ نے کھول دیا اور وہ حسبِ وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپؐ نے اسے وہیں باندھ دیا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک درخت پر چڑیا کے دو بچے گھونسلے میں دیکھے۔ ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ تو ان کی ماں حضورؐ کے پاس آئی اور سلنے آکر فریادی کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے۔ فرمایا جہاں سے سینچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ۔ تو ہم نے چھوڑ دیئے ^{۲۵} بھڑیے نے حضورؐ کی نبوت کی شہادت دی اور لوگوں کو اسلام لانیکی دعوت (باقی اگلے صفحہ پر)

(۸۴) اگر حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ اپنی بات حیوانات کو سمجھا دیتے تھے۔ بھڑیتے کو آپؐ نے بات سمجھا دی اور وہ راضی ہو کر چلا گیا۔ (طبرانی عن عمر)

(۸۵) اگر حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ کو پوری زمین کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں جس سے مشرق و مغرب پر آپؐ کا اقتدار نمایاں ہوا اعطیت مفاتیح الارض (مسند احمد بن حنبل)

(۸۶) اگر حضرت سلیمانؑ نے ملک یہ کہہ کر مارگا کہ وہ میری ساتھ مخصوص رہے میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ چنانچہ ان کی امت اور رعیت میں سے کسی کو نہیں ملا۔ رب ہب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی تو حضورؐ کو مشرق و مغرب کا ملک بے مانگے بلکہ انکار کے باوجود دیا گیا جسے آپؐ نے اپنی امت کا ملک فرمایا جو آپؐ کے بعد امت کے ہاتھوں ترقی کرتا رہا۔ اور دنیا کے آخری دور میں امت ہی کے ہاتھوں پوری دنیا پر چھاتے گا۔ ان الله روی فی الارض

(بقیہ صفحہ ۵۳) دو گھیراں تھے کہ بھڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اپنے رزق کے بارہ میں کہا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یا تو ان بھڑیوں کے لیے اپنی بکریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کر دو۔ یا انہیں ان کے حال پر رہنے دو۔ صحابہؓ نے بات حضورؐ پر چھوڑ دی۔ آپؐ نے ترس الوند بھڑیتے کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

۵۶ اللہ نے زمین کا مشرق و مغرب مجھے دکھلایا اور میری امت کا ملک میں تک (بقیہ صفحہ ۵۵ پر)

مشارقہا و مغاربہا و سیبلخ ملک امتی مازوی لی منها (بخاری)۔

(۸۷) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر ہوتی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جائیں تو حضور کے لیے براق مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور خلیتوں سے مستوی تک پل بھر میں پہنچ جائیں۔

(۸۸) اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے جو ان کے ملک کے بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضور کے دو وزیرین کے تھے ابو بکرؓ و عمرؓ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبریل و میکائیل جو آپ کے ملک کے زمین و آسمان دونوں تک پھیلے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔ و لکی وزیر اہی فی الارض وزیر اہی فی السماء اما وزیر اہی فی الارض فابوبکر و عمر و اما وزیر اہی فی السماء فمیکائیل و میکائیل (الریاض النفرة)۔

(۸۹) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو احیاء موتی کا معجزہ دیا گیا جس سے مرے زندہ ہو جاتے تھے تو آپ کو احیاء موتی کے ساتھ احیاء قلوب و ارواح کا معجزہ

(صفحہ ۵۴ سے آگے) پہنچ کر رہے گا جہاں تک میری نگاہیں پہنچی ہیں۔
 کچھ جیسا کہ معراج کی مشہور حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں جن میں براق کی ہیئت اور قد و قامت تک کی بھی تفصیلات فرمادی گئی ہیں۔
 میرے دو وزیر زمین میں ہیں اور دو آسمان میں زمین کے وزیر ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں اور آسمان کے وزیر جبریل و میکائیل ہیں۔

بھی دیا گیا جس سے مردہ دل جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم و عارف بن گئیں۔ وَلَنْ يَقْبُضَهُ اللَّهُ حَتَّى يَقْبُضَهُ الْمَلَكُ الْعَوْبَاءُ بَانَ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحْ بِهِ أَعْيُنَنَا عَمِيَاءُ وَإِذَا نَاصِمًا وَقُلُوبًا غَلْفًا (بخاری عن عمرو بن العاص)۔

(۹۰) اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابل حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہنیت یا انسانوں کی مردہ بخشش میں جان ڈالی گئی تو حضور کے ہاتھ پر ناقابل حیات کھجور کے سوکھے تنہ میں حیات آفسرینی کی گئی۔ فصاحت النخله صباح الصبی (بخاری عن جابر) نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائص کبریٰ) (۹۱) اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات

۹۰ عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ حضور کی شان تورات میں یہ منبر مائی گئی ہے کہ حتیٰ متاعے آپ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر دے کہ وہ توحید پر نہ آجائیں اور کھولے گا آپ کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور ہر سرکان اور اندھے دل۔

۹۱ جابر سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضور خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب ممبر بن گیا اور آپ اس پر خطبہ دینے کے لیے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے چلانے لگا اور سبکے لگا جیسے بچے کہتے ہیں تو آپ نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص ص ۴۷)۔

آتی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے تو آپ کے ہاتھ پر جی اٹھنے والے کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آتی کہ وہ عازمانہ گریہ و بکا اور عشق الہی میں فنایت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنا دیا گیا (کسا فی الحدیث اسابق)۔

اسطن جنانہ از ہجر رسول ۴ نالہ نامی زد چوار باب عقول
(۹۲) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاء کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا گیا۔ یا جوج ماجوج کے خروج اور ان کے پوری زمین پر قابض ہو جانے کے وقت مسلمان ایک محدود طبقہ زمین میں پناہ گزیں ہوں تو ان کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ قالوا فمما طعام المؤمنین یومئذ؟ قال التسبیح والتکبیر والتہلیل (مسند احمد عن عائشہ)

۹۱ جیسا کہ حدیث بالا میں گزرا۔

۹۲ لوگوں نے عرض کیا کہ آج کے دن یعنی یا جوج ماجوج کے قبضہ عمومی کے زمانہ میں (مسلمانوں کے کھانے پینے کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا۔ تسبیح و تکبیر اور تہلیل یعنی ذکر اللہ ہی غذا ہو جائے گا جس سے زندگی برقرار رہے گی اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لیے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمانی والوں (ملائکہ) کو کفایت کرتی ہے۔ یعنی تسبیح و تقدیس۔

وفی روایت اسماء بنت عمیس نحو وفیه یجزئہم ما یجزی اهل السماء
من التسبیح والتقدیس (خصائص کبریٰ ص ۲۱۵)

(۹۳) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لیے روح القدس (جبریل) مقرر تھے تو حضور کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے تھے۔ واللہ یعصمک
من الناس (القرآن حکیم)

ہو کیوں جبریل دربانِ محمد خدا خود ہے نگہبانِ محمد

(حضرت شیخ الحداد)

(۹۴) اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسوم و جزئیات اور بندھی جبری رسموں کے
اتباع میں مقلد جامد بناتی گئیں کہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے نہ گامی
احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا کہ قیامت
تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمدی مفکر، فقیہ
اور مجتہد امت بناتی گئی تاکہ اصول و کلیات سے حسبِ حوادث و واقعات
احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اسی شریعت سے قائم کرے
جس سے اس کے فتاویٰ اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں
تک پہنچی۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم

۹۳ اور اندر بچاؤ فرماتے گا تمہارا (اے محمد) لوگوں کے شر سے

۹۴ اور ہم نے آپ کی طرف اے پیغمبر ذکر (قرآن) اتارا تاکہ آپ کھول کھول کر
لوگوں کے لیے وہ چیزیں بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئیں اور تاکہ لوگ (باتِ منہ سے پر)

تفکرون (انقرآن حکیم) فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة —
لیتفقو فی الدین۔

(۹۵) اسی لیے اگر انبیاء سابقین مفروض الطاعت تھے تو اللہ و رسول کے بعد اس امت کے راسخین فی العلم علماء ہی مفروض الطاعت بنائے گئے
یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (انقرآن حکیم)۔

(۹۶) اگر علماء بنی اسرائیل کو اجبار و رہبان کا لقب دیا بھواتے اتخذو
اجبارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ تو اس امت کے راسخین
فی العلم کا نبیا بنی اسرائیل کا لقب دیا گیا علماء امتی کا نبیا بنی اسرائیل
اور انہیں انبیاء کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عمومی کی طرح دعوت عام اور
تبلیغ عمومی کا منصب دیا گیا۔ اسی لیے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار
کو انوار انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ و نورہم یوم القیمة مثل نور الانبیاء۔

(بقیہ صفحہ ۵۸) بھی (ان بنی امراء امور میں) تفکر اور تدبر کریں اور فرمایا کیوں ایسا نہیں
ہوتا؟ (یعنی ضرور ہونا چاہیے) کہ ہر جماعت اور ہر طبقہ میں کچھ کچھ لوگ کلیں اور دین میں تفقہ اور سمجھ بیداری
عہ میری امت کے علماء مثل بنی اسرائیل کے ہیں (نورائنت اور آثار کی نوعیت میں)
یہ حدیث گویا ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں قبول کی گئی ہے چنانچہ امام رازیؒ
نے اس سے دو جگہ استشہاد کیا ہے۔

۹۶ یہ امت امت مرحومہ ہے میں نے اسے نوافل دیں جیسے انبیاء کو دیں ان کے
(باقی اگلے صفحہ پر)

(یہی عن وہب ابن منہ) نیز امت کے کتنے ہی اعمال کو اعمال انبیاء سے تشبیہ دی گئی کہ وہ اعمال یا انبیاء کو دیتے گئے یا اس امت کو عطا ہوئے دوسری امتوں کو نہیں ملے۔ یعنی خصوصیات انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوتی

(صفحہ ۷۷) فرائض وہ رکھے جو انبیاء و رسل کے رکھے تھے کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نورانیت انبیاء کی نورانیت جیسی ہوگی (جیسے اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہونگے) کیونکہ میں نے ان پر پاکیزگی ہر نماز کے لیے وہی فرض کی ہے جو انبیاء پر فرض ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ (هَذَا وَضُوئِي وَضُوءُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِ حَسِّسٍ مِنْ تَيْنٍ تَيْنٍ بَارِ اَعْضَاءِ وَضُوءِ كَا وَضُوءِ اَمْتِ كَلِيَّةٍ سُنَّتِ قَرَارِ دِيَاگِا جَوَاصِلِ مِیْنِ اَنْبِیَاءِ كَا وَضُوءِ حَسِّسٍ سَے اَنْدَازِہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اِس طرح چمکتے ہوں گے مگر یہ وضو اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امتِ مرحومہ کے تو اسی کا نور شاہد ہو گیا انبیاء کے نور کے) اور میں نے امت کو امر کیا ہے غسل جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا۔ چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔ حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا بعض علماء نے انکار کیا ہے۔ لیکن اِس انکار کا مطلب زیادہ سے زیادہ ان الفاظ کا انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن حدیث کے معنی یعنی علماء امت بعد امت کی تشبیہ انبیاء سے بلحاظ مضمون ثابت شدہ ہے۔ اِس لیے حدیث اگر لفظاً ثابت نہ ہو تو بھی معناً ثابت ہے۔ اسی لیے علماء نے جگہ جگہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے (بقیہ صفحہ پر)

وامتہ امة مزحومہ اعطيتہم من النوافل مثل اعطيت
 الانبياء۔ وافترضت عليهم الفرائض التي افترضت على الانبياء۔
 والرسول حتى ياتوني يوم القيمة ونور هو مثل نور الانبياء
 وذلك اني افترضت عليهم ان يطهروا في كل صلاة كما
 افترضت على الانبياء وامرتهم بالغسل من الجنابة كما
 امرت الانبياء وامرتهم بالحج كما امرت الانبياء وامرتهم
 بالجهاد كما امرت الرسول (بيہقی عن دہب ابن نمبر)

(۹۷) اگر ائم سابقہ (جیسے یہود) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔ لِقَوْمٍ اَنْكُمْ ظَلَمْتُمْ
 انفسكم بائخاذكم العجل فتوبوا الى بارئكم فاقتلوا انفسكم
 (القرآن حکیم) تو اس امت کی توبہ قلبی ندامت رکھی گئی۔ — النَّدَام
 توبہ۔

(صوفیائے آگے) جیسے امام رازیؒ نے آیت کریمہ یا ایہا الناس قد جاء تکوین عظماء
 من ربکم کے تحت میں مراتب بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال
 کیا ہے۔ پھر ایسے ہی آیت کریمہ قالت لہو رسولہم ان نحن الا بشر مثلنا
 کے نیچے مراتب وکمال و نقصان بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے
 اے قوم نبی اسرائیل! تم نے گنہگار اپنا معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے
 تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کر۔

ندامت ہی توبہ ہے جب بندہ دل میں پشیمان ہو گیا اور آئندہ اس بدی سے باز
 رہنے کا عزم باندھ لیا تو توبہ ہو گئی نہ قتل نفس کی ضرورت رہی نہ ترک مال کی۔

(۹۸) اگر امت موسیٰ و عیسیٰ کا صرف ایک قبلہ (بیت المقدس) تھا اور اگر اہل عرب کا صرف ایک قصبہ (کعبہ منظم) تھا تو امت محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطا کئے گئے جس سے یہ امت جامع اہم ثابت ہوئی۔ قد نزی قلب وجہک فی اسماء فلنولینک قبلۃ ترضہا۔ (اسقرآن اکیم)۔

(۹۹) اگر اور امتوں کی سینات کا کفارہ دینا یا اسفرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سیئہ درود یوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ استغفار اور ستاری و مسافحہ کے ساتھ نمازوں سے ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ کانٹ بنو اسرائیل اذا اصاب احدهم الخطیئة وجدها مکتوباً علی بابہ و کفارتہا فان کفرها کانت له خزى فی الدینا و ان یکفرها کانت له خزى فی الاخرة و قد اعطاکم اللہ خیرا من ذلک قال تعالیٰ و من یظلم سوءاً او یظلم نفسه ثم یتغفر اللہ یجد اللہ عفورا رحیما و الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارات لما بینہن (ابن جریر عن ابی العالیہ)۔

۱۔ بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ کر انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو دنیا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی لیکن ہمیں اسے امت محمدیہ اس سے بہتر صورت دی گئی اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غفور رحیم پاتے گا (عام رسوائی اور فضیحتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور جمعہ دو جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے۔

(۱۰۰) اگر امت موسوی نے دعوت جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ تو اور تیرا پروردگار ٹرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہوتے ہیں تو امت محمدی نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہ صرف ارض حجاز بلکہ شرق و غرب میں دین محمدی کے علم کو سر بلند کیا اور اعظم درجہ عند اللہ کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

(۱۰۱) اگر اور انبیاء کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاء کو پیش کریں گی تو انبیاء اپنی شہادت میں بس امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاء کو پیش کرے گی۔ یَجاء بنوح یوم القیمة فیقال لہا هل بلغت؟ فیقول نعم یا رب فتسال امتہ هل بلغکم؟ فیقولون ما جاءنا من نذیر فیقول من شہودک؟ فیقول محمد وامتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جاء بکم

لہ قیامت کے دن نوحؑ لاتے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی؟ کہیں گے کہ ہاں اے میرے رب۔ تو ان کی امت سے پوچھا جائیگا کہ کیا نوحؑ نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا نہیں۔ نوحؑ سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے۔؟

عرض کریں گے محمدؐ اور ان کی امت۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تم دے امت والوں بلاتے جاؤ گے اور تم گواہی دو گے کہ نوحؑ نے تبلیغ کی۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اور ہم نے تمہیں اے امت محمدیہ! درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو اور تم ایم تم پر گواہ ہوں۔

فتشہدون انہ قد بلغ شوقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا لک جعلتہ کرامتہ وسطا لتکونوا شہداء علی

الناس ویكون الرسول علیکم شہیدا۔ (بخاری عن ابی سعید)

(۱۰۲) اگر اور انبیاء کی امتیں نہ اول ہوں نہ آخر بلکہ پیچ میں محدود ہوگی تو امت

اول بھی ہوگی اور آخر بھی جعل امتی ہم الآخرون و ہم

الاولون (ابن نعیم عن انس) آخر میں دنیا میں اور اول قیامت میں حساب کتاب

میں بھی اول اور دخلہ جنت میں بھی اول۔ نحن الآخرون من

اهل الدینا والاولون یوم القیلة المقضی لہم قبل

الخلائق (ابن ماجہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

(۱۰۳) اگر موسوی امت کو اپنے دور کے جہانوں پر فضیلت دی گئی وانی

فضلتکم علی العلمین تو امت محمدی کو علی الاطلاق اولین و آخرین پر فضیلت

ملے میری ہی امت آخر بھی رکھی ہے اور اول بھی۔ دوسری حدیث ہے

ہم آخر ہیں دنیا میں اور اول ہیں آخرت میں کہ سب خلائی سے

پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا۔

دے کر افضل الامم فرمایا گیا۔ کنت خیر امة اخرجت للناس (اقرآن حکیم)
 و حدیث جعلت امتی خیر الامم (سند بزار عن ابی ہریرۃ) و حدیث و بنی الزبور
 یا داؤد انی فضلت محمدًا و امتہ علی الامم کلہم (خصائص کبری ص ۳۱۰)

یارب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم
 (۱۰۴) اگر صحابہ موسیٰ باوجود مصیبت موسیٰ کے بیت قدس یعنی خود اپنے قبلہ کو
 اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا
 اذهب انت و ربک فقاتلانا ہما قاعدون تو صحابہ محمدی نے

۱۔ تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے کھڑی کی گئی ہے اور حدیث ہے میری امت
 بہترین امم بنائی گئی ہے اور حدیث ہے زبور میں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ لے
 داؤد! میں نے محمد کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر
 فضیلت دی ہے۔

۲۔ موسیٰ! تو اور تیرا پروردگار ٹکڑے ہو گئے تو یہیں بیٹھے ہوتے ہیں (ہم سے یہ قتال
 و جہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی) اس امت کے بارہ میں ہے کہ ہم نے نہیں آئے
 نبی! فتح بین دی۔ (مکہ فتح ہو گیا) اور آیت میں ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے
 کہ وہ امت محمدیہ کو زمین کی خلافت و سلطنت ضرور بخشے گا۔ چنانچہ حضور کے زمانہ
 میں پہلے مکہ فتح ہوا۔ پھر خیبر اور بدرین فتح ہوا۔ پھر پورا جزیرہ عرب کا اکثر حصہ فتح
 ہوا۔ پھر مین کا پورا ملک فتح ہوا۔ پھر ہجوس کے محسوسے خرید لیا گیا۔ اطراف
 شام و روم و مصر و اسکندریہ و حبشہ پر اثرات قائم ہوئے کہ بادشاہ روم (قصر)
 (بقیہ صفحہ منفرہ)

اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا
 انا فتحنا لك فتحا مبينا كما ظهر هرا اور ليستخلفنهم في الارض
 کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا (انقرآن حکیم)

(۱۰۵) اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی۔ تو حضور کی تہنا
 امت اسی صف میں پائے گی۔ اهل الجنة عشرون ومائة صف
 ثمانون منها من هذه الامة واربعون من سائر الامم
 (ترمذی و دارمی بیہقی عن بریدہ)۔

(۱۰۶) اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء کے خمس نذر آتش کئے جانے سے

(بقیہ صفحہ ۶۷)
 بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر و اسکندریہ مقوش شاہان عمان وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم میں بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیاز مندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول اللہ
 نے جزیرہ عرب پورا کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی۔ شام کے اہم علاقے بصری
 وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں پورا شام پورا مصر، فارس و
 ایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عہد عثمانی میں اندلس، قبرص، بلاد قیران
 و سبتہ اقصائے چین و عراق و خراسان، اہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح
 ہوا اور پھر امت کے ہاتھ پر ہندو، سندھ، یورپ و ایشیا کے بڑے بڑے ممالک
 فتح ہوئے جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا
 پر ایک وقت اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا جو پورا ہو کر
 رہے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

قبل ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امت محمدی کے صدقات خمس خود امت کے غریب پر خرچ کر لے سے قبول ہوتے ہیں جس سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔ وَكَانَتْ الْاَنْبِيَاءُ يُعْزَلُونَ الْخَمْسَ فَتَبَعَ النَّارَ وَتَاكَلَهَا وَامْرُتَا اَنَا اَنْ اَقْسُوْا بَيْنَ فَقَرَاءِ امْتِ (بخاری فی تاریخ عن ابن عباس)

(۱۰۷) اگر اور انبیاء پر وحی آتی تھی جس سے اصلی تشریع کا تعلق تھا تو اس امت کے ربانیوں پر الہام اترتا جس سے اجتہادی شریعتیں کھلیں۔ وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوْ الْخَوْفِ اِذَا عَوْبِهِ وَاَوْ رَدَّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلَى اُولَى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَبْطِنُوْنَ مِنْهُمْ۔

(۱۰۸) اگر اور انبیاء کی امتیں ضلالت عامہ سے نہ بچ سکیں تو امت محمدیہ کو گمراہی عامہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن کر دیا گیا۔ لَا تَجْمَعُ اَمْتٌ عَلٰی الضَّلَالَةِ۔

۱۔ اگر اور انبیاء علیہم السلام اپنا خمس کا حق چھوڑ دیتے تھے۔ تو آگ آتی تھی اور اسے جلا ڈالتی تھی (یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی۔ بقولتے قرآن حکیم حتی یا یتینا بقربان تا کله النار) اور مجھے امر کیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو تقسیم کر دوں اپنی امت کے فقراء میں (مختصر کبری ص ۱۸۶)

۲۔ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے دے۔ حالانکہ اگر وہ اسے رسول یا اپنے میں سے اولوالامہ کی طرف لوٹا دیتے ہیں اسے ان میں سے استنباط کرنے والے جان لیتے (جو اس میں سے نئی چیزیں مستنبط کر کے نکال لیتے) ۳۔ میری امت (ساری کی ساری مل کر کبھی بھی) گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

(۱۰۹) اگر اور انبیاء کی امتوں کا مل کر کسی چیز کا جمع ہو جانا عند اللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سے محفوظ نہ تھیں تو امت محمدیہ کا اجماع حجت شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سے محفوظ کی گئی ہے۔ ما راہ المومنون خسنًا فهو عند الله حسنٌ وحديث انتم شهداء الله في الارض ولتكونوا شهداء على الناس۔

(۱۱۰) اگر اور انبیاء کی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سے معذب ہو ہو کر ختم ہوتی رہی ہیں تو امت محمدیہ کو عذاب عام اور استیصال عام سے دائمی طور پر بچا لیا گیا۔ وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون (القرآن حکیم)۔

(۱۱۱) اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جائے گا تو امت محمدیہ کو ہر مقام کا وہ گنہ درجہ دیا جائے گا۔ تا آنکہ اس امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ اعلیٰ کا ملک بے نص حدیث دس دنیا کی برابر ہوگا۔ فما ظنك باعلامہ؟ (۱۱۲) اگر ائمہ سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس

۱۔ جسے مسلمان اچھا سمجھ لیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہوزمین میں۔ اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں اسے امت محمدیہ درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے (تمہیں بھی اس کا دھیان چاہیے) اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہوزمین پر اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم گواہ بنو دنیا کے انسانوں پر۔
۲۔ جیسا کہ آیت کریمہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اس پر شاہد ہے۔

امت کی شفاعت حضور کی ساتھ اس امت کے صلحاء بھی کریں گے اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پا کر داخل ہوں گی۔ ان لمن امتی من یشفع للفناء ومنہم من یشفع للقبیلۃ ومنہم من یشفع للعصیۃ ومنہم من یشفع للرجل حتیٰ یدخلوا الجنۃ۔ (ترمذی عن ابی سعید)

(۱۱۳) اگر اور انبیاء کی امتوں کے نام ان کے وطنوں اور قبیلوں یا انبیاء کے ناموں سے رکھے گئے، جیسے عیسائی، یہودی، ہندو وغیرہ تو امت محمدیہ کے دو نام اللہ نے اپنے ناموں سے رکھے، مسلم اور مومن۔ یا یہود قسم اللہ باسمین وسمی اللہ بہما امتی هو اسلام وسمی بہا امتی المسلمین وهو المومن وسمی بہا امتی المومنین (مصنف ابن ابی شیبہ عن کھول)

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور

۱۴ میری امت میں ایسے بھی ہوں گے جو کئی کئی شفاعتیں کریں گے اور ایک خاندان بھر کی، بعض خاندان کے ایک حصہ کی اور بعض ایک شخص کی۔ تا آنکہ یہ لوگ اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

۱۵ اے یہودی! اللہ نے اپنے دو نام رکھے۔ اور پھر ان دونوں ناموں سے نام میری آیت کا رکھا۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا۔ اور وہ مومن ہے تو اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مومنین مندرایا۔

اور آپ کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیتے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء بنی ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں اہم و اقوام ہیں اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب ہیں اور آپ کی لاتی ہوئی کتاب خاتم الکتاب ہے اور ادیان ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے یعنی آپ کی خاتمیت کا اثر آپ کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے پس یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیت ہیں۔ اس لیے جیسے آپ تمام انبیاء میں ختم نبوت کے مقام سے ممتاز اور افضل ہیں۔ ایسے ہی آپ کی یہ خاتمیت کی ممتاز سیرت تمام انبیاء کی سیرتوں سے ممتاز اور افضل ہے۔ چنانچہ خود حضور نے بھی ختم نبوت اور خاتمیت کو اپنی خصوصیات میں شمار فرمایا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ میں آپ نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات جوامع کلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی۔ وہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ :-

وختم فی النبیون۔ (بخاری و مسلم)۔ مجھ سے نبی ختم کر دیتے گئے۔
 اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کے بغیر زیر تسلیم نہیں آسکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو۔ ورنہ ختم نبوت کا منکر و حقیقت ان تمام فضائل و کمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے۔ گو زبان سے وہ حضور کی افضلیت کا دعویٰ کرتا رہے۔ مگر یہ دعویٰ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ زمانہ سازی اور حیلہ بازی

ہوگا۔ بہر حال حضور کے لیے کمالات کے دائرہ میں ہر کمال کا یہ انتہائی نقطہ آپ کی خاقیت کا اثر ہے نہ محض نبوت کا۔

اس سے یہ اصولی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شے کی انتہا میں اس کی ابتدا لپٹی ہوتی ہے اور کمال کے ہر انتہائی نقطہ میں اس کے تمام ابتدائی مراتب مندرج ہوتے ہیں۔ سورج کی روشنی سارے عالم میں درجہ بدرجہ پھیلی ہوتی ہے جس کے مختلف اور متفاوت مراتب ہیں۔ لیکن اس کے انتہائی مرتبہ نور میں اس کے ابتدائی نور کے تمام مراتب کا جمع رہنا قدرتی ہے۔ مثلاً اس کے نور کا ادنیٰ درجہ ضیاء اور چاند ہے جو بند مکانوں میں بھی پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے اوپر کا مرتبہ دھوپ ہے جو کھلے میدانوں اور صحنوں میں پھیلی ہوتی ہوتی ہے جس سے میدان روشن کہلاتے ہیں۔ اس سے اوپر کا مرتبہ شمعوں کا ہے جس کا باریک تاروں کی طرح فضائے آسمانی میں جال پھیلا ہوا ہوتا ہے اور فضا ان سے روشن رہتی ہے۔ اس سے بھی اوپر کا مرتبہ اصل نور کا ہے جو آفتاب کی نگینے کے چوگرد اس سے لپٹا ہوا اور اس سے چمٹا ہوا ہوتا ہے جس سے آفتاب کا ماحول منور ہوتا ہے اور اس سے اوپر ذات آفتاب ہے جو بذات خود روشن ہے لیکن یہ ترتیب خود اس کی دلیل ہے کہ آفتاب سے نور صادر ہوا، نور سے شعاع برآمد ہوئی، شعاع سے دھوپ نکلی اور دھوپ سے چاند نکلا گویا ہر اعلیٰ مرتبہ کا اثر ادنیٰ مرتبہ ہے جو اعلیٰ سے صادر ہو رہا ہے۔ اس لیے آسانی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ضیاء و روشنی دھوپ میں تھی۔ جب ہی تو اس سے برآمد ہوتی دھوپ شمعوں میں تھی جب ہی تو اس سے نکلی۔ شمعیں نور میں تھیں جب ہی

اس سے صادر ہوا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روشنی کے یہ سارے مراتب آفتاب کی ذات میں جمع تھے جب ہی تو واسطہ بلا واسطہ اس سے صادر ہو ہو کر عالم کے طبقات کو منور کرتے رہے پس آفتاب خاتم الانوار ہونے کی وجہ سے جامع الانوار ثابت ہوا۔ اگر نور کے سارے مراتب اس پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے تو اس میں یہ سب کے سب مراتب جمع بھی نہ ہوتے تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لیے جامعیت لازم نکلی ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ خاتم الکمال ہیں جن پر نبوت کے تمام علمی و عملی اور اخلاقی و احوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ ہی پر آکر منتہی ہوا تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا۔ اس لیے وہ تمام امتیازی کمالات علم و اخلاق اور کمالات احوال و مقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کئے گئے ہیں اور جو آپ کے لیے وجہ امتیاز و فضیلت ہیں جب کہ آپ ہی پر پہنچ کر ختم ہوتے تو وہ بلاشبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے اور جب آپ کی ذات بابرکات جامع الکمال بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے۔

مصنف گشت جامع آیات ہستیش خایت ہمہ غایات
تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع آپ کا دین جامع الادیان آپ کا
لایا ہوا علم جامع علوم اولین و آخرین، آپ کا خلق خلق عظیم یعنی جامع اخلاق

سابقین و لاحقین اور آپ کی لاتی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے جو آپ کی خاتمت کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے آپ کی خاتمت کی شان سے آپ کی معیت ثابت ہو گئی۔

مصدقیت

اب اس جامع سے آپ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ شان مصدقیت ہے کہ آپ سابقین کی ساری شریعتوں اور ان کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوتے ہیں جس کا دعویٰ قرآن حکیم نے فرمایا ہے :-

شعواء کور رسول مصدق
پھر تمہارے پاس (لے پیغمبران الہی)
لما معکم۔
وہ عظیم رسول (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)
آجائیں جو تمہارے ساتھ کی ہر چیز (سماوی کتب بنوت، معجزات تعلیمات وغیرہ) کے تصدیق کنندہ ہوں (تو تم ان پر) ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا۔
اور فرمایا :-

بل جاء بالحق مصدق
بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور رسولوں
المرسلین۔
کی تصدیق کرتے ہوئے۔

وجہ ظاہر ہے کہ جب آپ کی شریعت میں تمام کھپلی شریعتیں جمع ہیں اور آپ کی لاتی ہوئی کتاب (قرآن) میں تمام کھپلی کتب سماویہ مندرج ہیں تو ان کی تصدیق

خود اپنی تصدیق ہے جس کی بنا سوزج کی مثال سے کھل چکی ہے کہ جیسے ہر انتہائی میں اس کے ابتدائی مراتب جمع ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی وہ سارے ابتدائی مراتب نکلتے بھی اس انتہائی مرتبہ سے ہیں۔ اس لیے سابق شرعیتیں و حقیقتیں اس انتہائی شرعیت کے ابتدائی مراتب ہونے کے سبب اسی میں سے نکلی ہوئی مانی جاویں گی ورنہ یہ شرعیت انتہائی اور وہ ابتدائی نہ رہیں گی جو مشاہدہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ وہ اپنی جگہ مسلم شدہ ہے پس اس جامع شرعیت کی تصدیق کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ابتدائی شرعیتوں کی تصدیق نہ کی جاتے بلکہ خود اس مصدقہ شرعیت میں جمع شدہ ہیں۔ ورنہ خود اس شرعیت کی تصدیق بھی باقی نہ رہے گی۔ اس لیے جب یہ آخری اور جامع شرعیت آپ کے اندر سے ہو کر نکلی تو سابقہ شرعیتیں بھی بالواسطہ آپ ہی کے اندر سے ہو کر آئی ہوئی تسلیم کی جاویں گی۔ وانہ لفی زبر الاولین اور یہ قرآن پچھلوں کی کتابوں میں بھی (پٹا ہوا) موجود تھا) اس لیے اس شرعیت کی تصدیق کے لیے پچھلی شرعیتوں کی تصدیق ایسی ہی ہوگی جیسے اپنے اجزاء و اعضاء کی تصدیق اور ظاہر ہے کہ اپنے اعضاء و اجزاء اور بالفاظ دیگر خود اپنی تکذیب کون کر سکتا ہے ورنہ یہ معاذ اللہ خود اپنی شرعیت کی تکذیب ہو جاتے گی۔ جب کہ یہ ساری شرعیتیں اسی آخری شرعیت کے مبادی و مقدمات اور ابتدائی مراتب تھیں تو کل کی تصدیق کے اس کے تمام صحیح اجزاء کی تصدیق ضروری ہے ورنہ وہ کل کی ہی تصدیق نہ رہے گی۔ اس لیے سارے پچھلے ادیان کے حق میں آپ کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ "اسلام"

اقرار شراعت کا نام ہے، انکار شراعت کا نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔
 تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے۔ تحقیر ادیان کا نہیں۔ تعظیم
 مقتدایان مذاہب کا نام ہے۔ توہین مقتدایان کا نام نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ
 یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شرعتوں کا ماننا اور اس
 کا انکار ساری شرعتوں کا انکار ہے اور اسلام آجانے کے بعد اس سے
 منکر درحقیقت کسی بھی دین و شریعت کے مفتر تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔

اس بنا پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید
 رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع و خاتم سیرت کے
 مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور
 اس کی قدر و عظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی
 مسلمانوں سے تو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی
 نہیں دیا بلکہ ہر شیعہ ادیان دے دیا اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا
 کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جب کہ وہ سب کی سب شاخ در
 شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں جس سے مسلمان بیک وقت
 گویا سارے ادیان و شریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے
 لیے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوتے ہیں اور اس طرح
 وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر
 و ثواب اور درجات و مقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

اندریں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلاف حقیقت نہ ہوگا۔ اگر وہ صحیح معنی

میں عیسائی، موسائی، ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہی کے دم سے سچی نوحیت ابراہیمیت، موسائیت اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لاتی ہوتی شرائط کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی دنیا میں پھونک رکھی ہے۔ بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیم کے ملنے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام کی تکذیب و توہین نہ کر لیں۔ اسی طرح آج کی عیسائیت کو ملنے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کر لیں۔ گویا ان کے مذاہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا ہے۔ انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں، دین نام محبت کا ہے عداوت کا نہیں، پس تسلیم و اقرار، تعظیم و توقیر، علم و معرفت اور ایمان و دین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے

— اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے۔ ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ بنا بریں اسلام کے ماننے والے تو اس لیے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں، امتوں

اور ان کے تمام مذاہب اور شریعتوں کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے غل و غش کو الگ دکھا کر اصلیت کا راز داں تجویز کیا۔ دوسرے انکا اقرار و تسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ در شاخ بنا کر دینا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت و عمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کر دیا۔ جس کی قرآن نے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر غالب فرماتے) خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبہ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا بمصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھامے ہوتے ہے، ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق و توثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید و تکذیب کر کے انہیں لاشے محض بنا چکی تھیں۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ۔ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ (یہود نے کہا کہ نصارا لاشے محض ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود لاشے محض ہیں) اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید و تکذیب سے دفن کر چکی تھی۔ مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا جس سے، مذاہب سابقہ اپنا دورہ پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ

رہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھالنے اور تھامنے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے مجھے وہ تھام رہا ہے۔ ورنہ بلا غلبہ کے تھامتا کیسے؟ اور تھمٹی شے تھامنے والے کے سامنے مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے۔ ورنہ اسے تھامنے والے کے ہمارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے ہمارے تھمی ہوتی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوتے اور وہ ان کے محافظ غسنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غسنی پر غالب نہیں ہوتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلہ سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا،

هو الذي ارسل رسوله
بالهدى ودين الحق ليظهره
على الدين كله

اشرى وہ ذات ہے جس نے اپنے
رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ
اس اسلامی دین کو تمام دنیوں پر غالب فرمائے

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت و برہان سے اس نے دکھلایا۔ جہاں یتیم و سنان سے اس نے دکھلایا جو باہر کی چیزیں ہیں وہیں خود دین کی ذات سے ہی دکھلایا اور وہ اس کی عمومیت، قومیت اور مصدقیت عام ہے جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے جس سے اس دین کا بین الاقوامی دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بہر حال اسلام والے تو اس لیے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل، جامع مصدق عالمگیر دین اور روح ادیان عالم ہے جو انہیں پشتیبانی طور پر ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لیے اس کی طرف پڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ

آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو بخودی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ ہر ایک مذہب کو یا منظر عام سے ہٹ کر چھپنے کے لیے پہاڑوں اور غاروں کی پناہ لینی پڑتی ہے اور یا باہر آ کر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کر تاکہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو نہیں چھپا سکتی۔ ان کے پیوندوں سے خود ہی تپہ چل جاتا ہے کہ لباس کو ناش کی حد تک صحیح دکھانے اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان قومیتوں کی حد بندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ اندریں صورت تقاضاتے دانش و بنش اور مقصالت فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے جس کے ضمن میں یہ جزوی دین اپنی اصلیت کی حد تک خود بخود آجائیں اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے بھی محروم نہیں رہ سکتے۔

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تاجدا اصلیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پر جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں، ان کی کوئی حجت سامنے نہیں، اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انھوں نے اختیار نہیں کیا۔ اسلام سے ہٹ کر

دوسرے مذاہب میں دین کی سند و استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے ان کی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے اور ظاہر ہے کہ بے سند بات بحث نہیں ہو سکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلائی فطرت سے اصلیت کا کوئی سراغ نکال بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک خبری، قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی، بین الاوطانی اور عمومیت و کلیت کے دور میں چل نہیں سکتا۔ اسی لیے ارباب ادیان ایسے دنیوں میں ترمیمات کے مسودے لا رہے ہیں اور آتے دن اس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا و حقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے اور ہر دین کی حقیقی و واقعی اصلیت ہے اسے بھانپنا ہے اس لیے نفس دین کا تھامنا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھامنا ضروری ہو۔ تب بہر دو صورت اسلام ہی کا تھامنا عقلاً اور نقلاً ضروری نکلتا ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لاتی ہر چیز شریعت، کتاب، قوم، امت، اصول قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم پھرتی ہیں۔ اسی لیے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا۔ ارشادِ باری ہے۔

✓ الیوم اکملت لکم دینکم آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیل دین کے بعد نئے دین کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا

اس لیے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہوگا کہ کوئی تکمیل طلب ایسے ہی آپ کی امت کو خاتم الامم کہا گیا جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قتادہ میں ہے نحن اخرها وخیرها۔ (درثور) ہم (امتوں میں) سب سے آخر میں اور سب سے بہتر ہیں حدیث ابی امامہ میں ہے :-

یا ایہا الناس لا نبی بعدی ولا اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امة بعدکم۔ (مسند احمد) تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

(یعنی میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ یہی وہ خاتمت ہے) آپ اپنی مسجد کے بارہ فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ فانی آخر الانبیاء مسجدی میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد آخر المساجد۔ (مسلم) ہے (وہی آپ کی خاتمت مسجد میں آئی) حدیث عائشہ میں یہ دعویٰ خاتمت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

انا خاتم الانبیاء ومسجدی میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم مساجد الانبیاء۔ (کنز العمال) مساجد الانبیاء میں خاتم المساجد ہے۔

اور جب کہ آپ کی آور وہ کتاب (قرآن) ناسخ الادیان اور ناسخ الکتب ہے تو یہی معنی اس کے خاتم الکتب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم پر آتا ہے اور اسی لیے آپ کو دعوت عامہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپ اللہ کی طرف بلائیں۔ کیونکہ اس دین کے بعد کوئی اور دین کسی خاص قوم یا دنیا کی کسی بھی قوم کے پاس آنے والا نہیں جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک دین کی دعوت عام ہو گئی کہ وہ خاتم ادیان اور آخر ادیان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری خاتمتیں درحقیقت آپ کی ختم نبوت کے آثار ہیں۔ خاتمت نے جامعیت نکلی تو یہ تمام چیزیں جامع بن گئیں اور جامعیت سے آپ کی مصدقیت کی شان پیدا ہوتی جو ان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔ قرآن کو مصدق لے کر کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پچھلے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ دین بھی مصدق ادیان ہوا۔

یہی وہ سیر نبوی ہے جامع اور انتہائی نقاط ہیں جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیر انبیاء پر حاوی و غالب اور خاتم السیر ثابت ہوتی۔ اسی لیے آپ کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اور ان کے بھی انتہائی نقاط کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپ کی ختم نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیازی کمالات مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت کے آثار ہیں۔ کیونکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے ممتاز اور فضل ہے کہ سرچشمہ نبوت ہیں۔ اس لیے اس کے امتیازی آثار بھی مطلق آثار نبوت سے قائل اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔ پس سیرت خاتمت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصر سی فہرست میں پیش کئے گئے ہیں جن کا عدد () ہوتا ہے ان میں اولاً چند دفعات میں خاتم النبیین کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں میں طبقہ انبیاء کے کمالات و کرامات اور معجزات پر خاتم النبیین کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلاتی گئی ہے۔ پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے

خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہرہتی عظمت و فوقیت کاملیت و جامعیت، اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آ جاتی ہے جو آپ کی خاتمیت کے آثار و لوازم ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو آپ کی خاتمیت کے اثبات میں کس درجہ اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعوے قرآن کریم میں کر کے سلیکٹروں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت کے دلائل و آثار اور شواہد و نظائر شمار کراتے گئے ہیں جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا گیا۔ بس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات و روایات پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کی کتابیں لکھی جائیں گی اور یہ رسالہ جس میں آثار و لوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد و نظائر پیش کئے گئے ہیں۔ دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جلتے گی جس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں کوئی رخسہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیات کی ساری عمارت آپسے گئی اور مسلم کے ہاتھ میں کوئی خصوصی خرمبرہ باقی نہ رہے گا جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے

پیش کرنے کا حق دار بنا تھا۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں بن سکیں گے کہ ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی عمارت بھی کھڑی ہوتی ہے پس اس مسئلہ کا منکر و حقیقت حضور کی فضیلت کا منکر اور اس مسئلہ کو مٹا دینے کا سعی، حضور اکرم کی امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے اس لیے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں، خواہ صراحتاً اس کے منکر ہوں یا تاویل کے راستہ سے، دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ کے انکار پر آئیں۔ ان کا اسلام کا شرعیعت اسلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی تعلق نہیں مانا جاسکتا اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں جس طرح سے توحید کا منکر قوی ہو یا مضرع، اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے اسی طرح سے ختم رسالت کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔ کیونکہ وہ صرف کسی ایک مسئلہ کا منکر نہیں بلکہ اسلام کے سارے امتیازات، سارے ممتاز فضائل، ساری ہی خصوصیات اور صد ہا دینی روایات کا منکر ہے جن کا قدر مشترک توازن کی حد سے نیچے نہیں رہتا۔

بہر حال ختم نبوت کے درخشاں آثار اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی شمائل و فضائل یا بالفاظ دیگر آپ کی خاتمت کے ہزاروں وجوہ لائل میں سے یہ چند نمونے ہیں جنہیں آپ خاتم النبیین کی تفسیر اور تشریح کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مختصر رسالہ سیرت خاتم النبیین نہیں بلکہ سیرت خاتمت

کی چند موٹی موٹی سرخیوں کی ایک مختصر سی فہرست ہے جس کے نیچے اس بلند پایہ سیرت کی امتیازی حقائق و تفصیلات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر ان روایات کی روشنی میں سیرت خاتمیت کی ان تفصیلات اور ان کے مالہ و ماعلیہ کو کھولا جائے۔ تو بلاشبہ محدثانہ اور مکملانہ رنگ کی ایک نادر سیرت مرتب ہو سکتی ہے جو تاریخی رنگ کی تو نہ ہوگی اور تاریخ محض سیرت ہے بھی نہیں۔ بلکہ پیغمبرانہ مقامات اور خاتمانہ امتیازات کی حامل محدثانہ رنگ کی سیرت ہوگی جو اپنے رنگ کی ممتاز سیرت کہلائی جائے گی۔ میں نے اس مختصر مضمون میں اس وقت صرف عنوانات سیرت کی نشاندہی کا فرض انجام دیا ہے۔ شاید کسی وقت ان تفصیلات کے پیش کرنے کی توفیق میسر ہو جائے جو ابھی تک ذہن کی امانت بنی ہوئی ہیں جن سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے متفاوت درجات و مراتب اور خاتمیت کے انتہائی درجات و مراتب کا فرق اور تفاضل باہمی بھی کھل کر سامنے آسکتا ہے جس کی طرف تِلْكَ الرَّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

—*—

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

محمد طیب غفرلہ

مدیر دارالعلوم دیوبند

۱۴ شعبان ۱۳۷۷ھ (یوم الاحد)

عہدہ اور خوبصورت دینی کتابیں

۵/۲۵	شیخ عبدالقادر جیلانی	فتوح الغیب اردو
۸/۲۵	مولانا قاری محمد طیب ظلمہ	آفتاب نبوت
۶/-	کارڈ بورڈ	شہید کربلا اور یزید
۲/۵۰	"	کلمہ طیبہ مع کلمات طیبات
۲/۵۰	"	علم غیب
۲/۲۵	"	حدیث رسول کا قرآنی معیار
۲/۲۵	"	اصول دعوت اسلام
۲/۲۵	"	فلسفہ نماز
۲/۲۵	"	شرعی پردہ
۳/۳۰	"	انسانیت کا اقتدار
۳/۳۰	"	خاتم النبیین
۳/۳۰	"	شان رسالت
۲/۴۵	مولانا محمد محمد منہیم	نماز اور اس کے مسائل
۲/۴۵	علامہ ابن حجر عسقلانی	نخبۃ الفکر اردو
۴/۵۰	علامہ عطاء اللہ اسکندری	اکمال اشیم اردو
-/۴۵	حضرت تھانوی	فضائل استغفار
-/۴۵	حضرت مفتی محمد شفیع	شب برات
۱/-	مولانا عاشق الہی بلند شہری	اسلامی آداب
۲/۲۵	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	حیات صلی علیہ السلام

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰۶۔ انارکلی لاہور

عمدہ اور خوبصورت کتابیں

روپیہ	مجلد عمدہ	مولا سید میاں اصغر حسینؒ	حیات شیخ الہندؒ
۱۸/-	"	حضرت تھانویؒ کے ۸ خطبہ کا تذکرہ	بزم اشرف کے چراغ
۱۸/-	"	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	اسلام میں مشورہ کی اہمیت
۵/۲۵	کارڈ بورڈ	" " " "	احکام حج (انگریزی)
۵/۵۰	"	" " " "	آداب نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲/۷۵	"	" " " "	اسلام کے بنیادی عقائد
۲/۷۵	"	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	اعجاز القرآن
۲/۷۵	"	" " "	مجموعہ رسائل ثلاثہ
۲/۳۰	"	" " "	العقل والنقل
۳/-	"	" " "	تنویر السراج فی لیلۃ المحرم
۲/۷۵	"	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	سال جبر کے مسنون اعمال
۲/-	"	" " "	مکتوبات امدادیہ
۲/۲۵	"	" " "	حیات خضر علیہ السلام
۲/۲۵	"	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	اذان اور اقامت
۱/۲۰	"	" " "	سلاسل طیبہ
۳/۷۵	"	حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ	معارف گنگوہی
۲/۲۵	"	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	فتاویٰ میثلا شریف
۲/-	"	" " "	بریلوی فتیہ کا نیاروپ
۶/۷۵	"	"زلزلہ" کا جواب	مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افشاء
۳/۷۵	"	مولانا مناظر حسن گیلانیؒ	

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۵ - انارکلی لاہور

ارزاں اور خوبصورت دینی کتابیں

۱۸/-	از مولانا یحییٰ امجدی علیہ رحمۃ	حیاتِ شیخ الحدیث
۳/۷۵	ملازم شہید محمد عثمان علی کارڈ بورڈ	اسلام کے بنیادی عقائد
۳/۷۵	" " " "	اعجازِ اقدسِ قرآن
۳/۳۰	" " " "	مجموعہ رسائل ثلاثہ
۲/-	" " " "	العقل والنقل
۶/-	مولانا مفتی محمد شفیع	اسلام میں مشورہ کی اہمیت
۲/۷۵	" " " "	آدابِ انجسی (معلم)
۶/-	مولانا قاری محمد طیب	شہیدِ کربلا اور یزید
۶/-	" " " "	شانِ رسالت بعدِ خاتم النبیین
۴/۵۰	" " " "	کلمہ طیبہ بعدِ کلمات طہیات
۴/۵۰	" " " "	علمِ غیب
۴/۳۵	" " " "	فلسفہ منہاج
۴/۲۵	" " " "	شرعی پردہ
۳/۷۵	مولانا محمد امجدی علیہ رحمۃ	مسلمانوں کی فقیہی بنیادوں کا نشانہ
۳/۷۵	مولانا محمد عظیم	نماز اور اس کے مسائل
۲/۲۵	حیاتِ حضرت علیہ السلام	معارفِ گنگوہی
۲/-	فتاویٰ امیلاہ شریف	سالِ ہجری کے سنون عمال
		چھ ہی طلبِ شریعت

ادارہ اسلامیات لاہور © ۱۹۰ انارکلی — لاہور